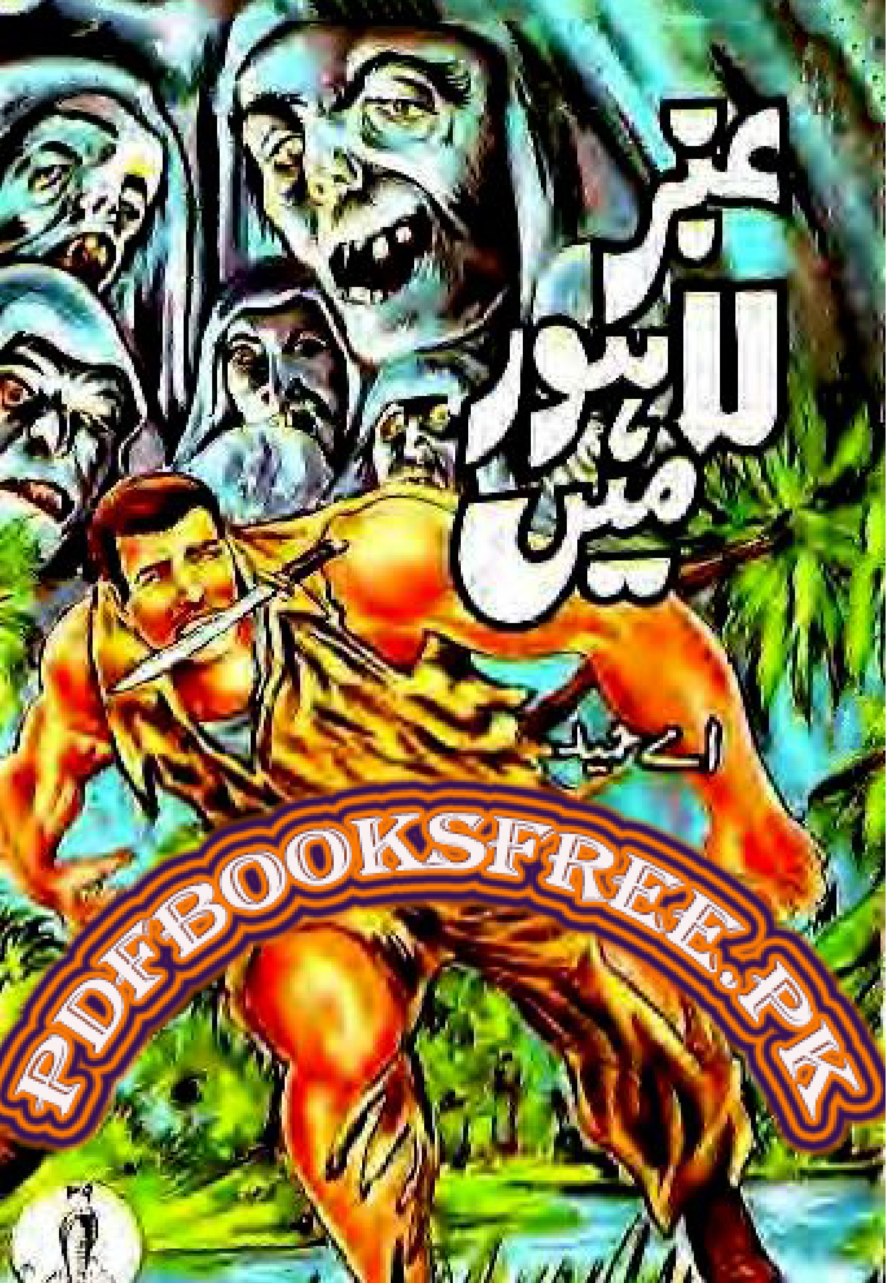
عنبر لاہور میں
اے حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فہرست

- جنگل میں چیخ
- عقاب اور شکاری
- عنبر لاہور میں
- طوفانی دیوتا
- قبرستان ڈھانچے کی تباہی
- گھنا سپیرا اور سانپ
- مکار جوگی

جنگل میں چیخ

چیچے کشن کا بھانجہ مریم کو ہمراہ لیے لاہور سے کانگڑہ پہنچ گیا۔ کانگڑہ ہندوؤں کا ایک مقدس مقام تھا۔ اس کے ساتھ ہی نگر کوٹ کا مشہور قلعہ تھا۔ اس قلعے کی شہرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس کے اندر ایک بہت بڑا مندر تھا۔ یہ قلعہ اور مندر ایک پہاڑی چوٹی پر واقع تھا۔ اس مندر کا پنڈت ایک کٹڑ برہمن رادھا کشن تھا جو مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا۔

چیچے کشن کے بھانجے نے کانگڑہ میں اپنا خفیہ اڈہ بنا رکھا تھا۔ جہاں وہ عورتوں اور بچوں کو رکھتا تاکہ فروخت کر سکے۔ اس اڈے کی نگران ایک بوڑھی عورت تھی۔ بھانجے نے مریم کو بوڑھی عورت کے حوالے کرتے ہوئے کہا:

"او بڑھیا ـــــ اس لڑکی کی اچھی طرح حفاظت کرنا۔ خبردار رہنا۔ اگر یہ بھاگ گئی تو میں تیری کھال کھینچ کر اس کے جوتے بنواؤں گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بڑھیا کے چہرے پر پھٹکار برس رہی تھی۔ یہ بڑی ہی ظالم اور سنگ دل عورت کا چہرہ تھا۔ مریم کو تو وہ پہلی نظر میں ایک خونی چڑیل نظر آئی۔

بڑھیا نے کہا:

"تو فکر نہ کر۔۔۔ اس چھوکری کی کیا مجال کہ یہاں سے نکل سکے۔"

جانچو خوش ہوگیا اور کہنے لگا:

"میں آج ہی کسی امیر ہندو سے رابطہ قائم کرتا ہوں تاکہ اسے فروخت کر کے پیسے کھرے کر سکوں۔"

جانچو چلا گیا تو بڑھیا نے مریم کو بالوں سے پکڑ کر دھکا دیتے ہوئے کہا:

"یہاں سے بھاگنے کا دل میں خیال بھی نہ لانا۔ میں رحم سے ناواقف ہوں۔ میری مرضی کے خلاف کوئی کام کیا تو ہنٹر سے کھال ادھیڑ دوں گی۔"

مریم سہم گئی۔ ظالم بڑھیا نے اسے کوٹھڑی میں بند کر کے باہر سے کنڈی چڑھا دی۔ کوٹھڑی میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ صرف ایک روشن دان تھا جس سے سورج کی روشنی اندر آ رہی تھی۔ یہ روشن دان خاصی بلندی پر تھا اور اس تک پہنچنا مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ یہ سوچ کر مریم کی آنکھوں

میں آنسو آ گئے کہ نجانے کہاں کہاں کی ٹھوکریں اس کا مقدر بن چکی ہیں۔ پہلے کٹنی نے ماں بن کر اس کے ساتھ دھوکا کیا تھا۔

○

ادھر ناگ عقاب کی شکل میں بادلوں کے اوپر بلندی پر اڑ رہا تھا۔ اڑتے اڑتے وہ ایک گھنے جنگل کے اوپر سے گزرنے لگا۔ یہ وہی جنگل تھا۔ جہاں ہندوستان کے خوفناک ٹھگ رہتے تھے۔ جہاں مریم کو ٹھگوں نے اٹھایا تھا۔ اسی جنگل کے ایک کونے میں واقع پرانے مندر میں ماریا، عقرب جادوگر کی قید میں پڑی تھی۔

ناگ کو ہریالی بہت خوبصورت لگی اور وہ غوطہ مار کر نیچے آ گیا۔ وہ درختوں کے بالکل اوپر اڑ رہا تھا کہ اسے ایک چیخ سنائی دی۔ چیخ بالکل صاف اور واضح تھی۔ یہ کسی بچے کی چیخ تھی۔ اس کے ساتھ ہی کسی مرد کے زور دار قہقہے کی آواز آئی۔ ناگ یعنی عقاب نے اپنے بھاری پروں کو تیزی سے حرکت دی اور چونچ کھولے اس طرف لپکا جدھر سے آوازیں آئی تھیں۔

ناگ نے دیکھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دو آدمی جو شکل و صورت سے بڑے خوف ناک اور قاتل قسم کے ٹھگ لگ رہے تھے۔ ایک کمسن بچے کو درخت سے باندھ رہے ہیں۔ تیسرا آدمی ایک خوب صورت عورت کو جکڑے کھڑا ہے۔ اس کے منہ میں رومال ٹھنسا ہوا ہے۔ یہ عورت اس بچے کی ماں لگتی تھی اور خونی ٹھگ کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے مچل رہی تھی۔

بچے کو درخت سے باندھنے کے بعد لمبی خوفناک مونچھوں والے ٹھگ نے کمر سے بندھا خنجر نکالتے ہوئے کہا:

"او بدبخت عورت ـــ تیرا خاوند ہمارے سردار کو قتل کرنے کی کوشش میں مارا گیا۔ اب ہم تجھے اور تیرے کمسن بچے کو قتل کر دیں گے۔ ہمارے سردار کی طرف جو ہاتھ بھی حملے کی غرض سے اٹھتا ہے ہم اسے کاٹ ڈالتے ہیں یہی ہمارا انتقام ہے۔"

یہ کہتے ہوئے ٹھگ نے عورت کے منہ سے رومال کھینچ لیا۔ عورت چلائی:

"نہیں نہیں۔ بھگوان کے لیے میرے بچے کو مت مارو۔ مجھ پر رحم کرو۔"

دوسرے ٹھگ نے عورت کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے کڑک کر کہا:

"رحم ـــ وہ کیا ہوتا ہے۔ ہم تو صرف طاقت کی زبان جانتے ہیں جو طاقتور ہے وہ کمزور کو مار ڈالنے کا حق رکھتا ہے۔"

پہلے ٹھگ نے خنجر گھماتے ہوئے کہا:

"یہ خنجر دیکھ رہی ہو۔ یہ تمہارے اور تمہارے بچے کے خون کا پیاسا ہے۔ ہا ہا ہا ـــ یہ ابھی تمہارے بچے کی گردن کاٹے گا۔ میرے خنجر کے دل میں انسانی خون کی بڑی پیاس ہے ہا ہا ہا۔"

باقی ٹھگ بھی قہقہے لگانے لگے پھر ایک نے کہا:

"یار اب انتظار کس بات کا کر رہے ہو۔ ان بدبختوں کا کام تمام کرو کہ سردار ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔"

ناگ نے مظلوم ماں اور بیٹے کو بچانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ گہری سانس لے کر سیاہ زہریلا اڑن سانپ بن گیا اور درخت کے تنے پر رینگتا ہوا زمین پر آ کر خونی ٹھگوں کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے سب سے پہلے اس ٹھگ کو نشانہ بنانے کا فیصلہ کیا جس کے ہاتھ میں خنجر تھا پھر جونہی ٹھگ خنجر لہراتا ہوا بچے کی طرف آیا۔ ناگ نے اپنی جگہ سے جست لگائی۔

سیاہ اڑن سانپ ہوا میں اڑتا ہوا ٹھگ کے ماتھے سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھنکارا اور اسے ڈس لیا۔ ٹھگ کے حلق سے بڑی خوفناک چیخ نکلی۔ خنجر اس کے ہاتھ سے نکل کر زمین پر جا گرا۔ ٹھگ کو یوں لگا جیسے اس کے جسم میں دوڑنے والا خون آگ بن گیا ہے اور اسے اندر سے جلائے دے رہا ہے۔ اس کے ناک، منہ اور کانوں سے خون جاری ہو گیا اور وہ گر کر مر گیا۔

اڑن سانپ، ٹھگ کو ڈسنے کے بعد اڑتا ہوا ایک درخت کے تنے سے چمٹ گیا تھا۔ سانپ — سانپ — دوسرے دونوں ٹھگ چلائے، انھوں نے اپنے خنجر نکال لیے۔ اور سانپ کو تلاش کرنے لگے۔ ایک ٹھگ سانپ کو ڈھونڈتا ہوا اس درخت کی طرف آ گیا جس سے ناگ چمٹا ہوا تھا۔ ٹھگ نے سانپ کو دیکھ لیا اور چیخ مار کر اسے خنجر سے مار ڈالنا چاہا۔

ٹھگ کا وار خالی گیا۔ سانپ تڑپ کر ایک طرف ہو گیا تھا۔ اس نے ٹھگ کو دوسرا وار کرنے کی مہلت ہی نہ دی اور تیزی سے اس کی گردن پر ڈس لیا۔ ٹھگ تیورا کر گرا اور پھر اسے اٹھنا نصیب نہ ہوا۔ تیسرے ٹھگ نے جب اپنے دوسرے ساتھی کو بھی مرتا دیکھا تو گھبرا گیا پھر غصے میں آ کر خنجر لہراتا سانپ کو مارنے کے لیے بڑھا۔

ناگ جھٹ سانپ سے شیر بن گیا۔ ٹھگ نے جب ایک سانپ کو شیر بنتے دیکھا تو اس کے بھاگتے قدم یوں رک گئے جیسے زمین نے پاؤں پکڑ لیے ہوں پھر فوراً ہی شیر پورا منہ کھول کر دہاڑا۔ اس کی دہاڑ سے جنگل گونج اٹھا۔ شیر نے چھلانگ لگا کر ٹھگ کا سر اپنے منہ میں دبوچ لیا۔ ٹھگ کی آخری چیخ ابھری اور اس کا جسم شیر نے چیر پھاڑ دیا۔

تیسرے ٹھگ کو موت کی نیند سلانے کے بعد ناگ درختوں کی اوٹ میں جا کر انسان بن گیا اور اس طرف بڑھا جہاں ٹھگوں نے بچے کو باندھا تھا۔ بچے کی ماں، لڑکے کو رسیوں سے آزاد کرانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ناگ کو دیکھ کر وہ چیخنے لگی۔ وہ اسے بھی ٹھگوں کا ساتھی سمجھی تھی۔

ناگ نے اسے تسلی دی اور کہا:

"بہن خوف زدہ مت ہو۔ میں تمہارا ہمدرد ہوں۔"

محبت بھرے کلمات سن کر عورت کی ڈھارس بندھی — اس نے کہا:

"بھائی۔ میرے بیٹے کو درخت سے کھول کر جلدی سے یہاں سے دور نکل چلو۔ یہاں خون خوار شیر موجود ہے ابھی وہ دہاڑا تھا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ کو دل میں بڑی ہنسی آئی جس شیر سے وہ دور بھاگ جانا چاہتی تھی وہ تو اس کے سامنے کھڑا تھا مگر ظاہر ہے۔ عورت کو یہ بات کس طرح معلوم ہو سکتی تھی۔ بچہ خوف سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ ناگ نے اسے کھول کر کندھے پر ڈالا اور جنگل میں چلتے ہوئے ایک پہاڑی کھوہ میں آ گئے۔

عورت نے بتایا کہ اس کا نام رادھا ہے۔ وہ اپنے خاوند اور بچے کے ہمراہ ایک قافلے میں شامل دہلی جا رہی تھی کہ راستے میں ان ٹھگوں نے حملہ کر دیا۔ میرے خاوند نے ٹھگوں کے سردار کا مقابلہ کرنا چاہا لیکن مارا گیا۔ ٹھگ سردار نے غصے میں آ کر سارے مردوں کو قتل کرا دیا۔ عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اب ٹھگ سردار کے حکم پر اس کے ساتھی مجھے قتل کرنے یہاں لائے تھے مگر بھگوان نے مجھے بچا لیا۔

ناگ کے پوچھنے پر عورت نے بتایا کہ کچھ فاصلے پر ایک غار میں ٹھگوں کا ٹھکانہ ہے اور عورتیں و بچے وہاں قید ہیں۔ ناگ نے فیصلہ کر لیا کہ ظالم ڈاکوؤں کو ان کے کئے کی سزا ضرور دے گا۔

ادھر ٹھگ سردار بڑی بے چینی سے اپنے تینوں ساتھیوں

کا انتظار کر رہا تھا۔ خاصی دیر ہو گئی تو ٹھگ سردار پریشان ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"وہ تینوں پتہ نہیں کہاں جا مرے ہیں۔ جاؤ دیکھ کر آؤ کیا کر رہے ہیں۔"

دو ٹھگ خفیہ غار سے نکلے اور اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے لگے۔ جلد ہی انہیں اپنے ایک ساتھی کی لاش نظر آئی۔ ذرا آگے بڑھے تو انہیں اپنے دوسرے دو ساتھیوں کی لاشیں بھی نظر آ گئیں۔ وہ واپس بھاگے اور ٹھگ سردار سے کہا:

"سردار ہمارے تینوں ساتھی مرے پڑے ہیں۔ عورت اور بچے کا کچھ پتہ نہیں لگتا ہے وہ کہیں بھاگ نکلے ہیں۔"

ٹھگ سردار کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے کمان میں تیر جوڑ کر چھوڑا پھر کمان توڑ کر چلایا:

"قسم ہے مجھے کالی دیوی کی۔ میں اس بدبخت عورت اور بچے کو کالی مائی کی مورتی کے قدموں میں ذبح کروں گا۔ ساتھیو جنگل میں پھیل جاؤ اور ان دونوں کو تلاش کرو۔ وہ بچ کر نہ جانے پائیں۔"

سارے ٹھگ جنگل میں پھیل گئے۔

ناگ نے جس پہاڑی کھوہ میں پناہ لے رکھی تھی۔ اس کے آگے لمبی جھاڑیاں اس طرح اگی ہوئی تھیں کہ کھوہ کا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پتہ ہی نہ چل سکا تھا۔ ٹھگ کئی بار کھوہ کے پاس سے گزرے مگر انہیں پتہ نہ چل سکا۔ رادھا اور بچے بری طرح سہمے ہوئے تھے۔ ٹھگوں نے انہیں ہر ممکن تلاش کیا مگر ناکام لوٹے۔ ٹھگ سردار غصے سے باؤلا ہو رہا تھا۔ غار میں آ کر اس نے قیدی عورتوں اور بچوں کو مار ڈالنا چاہا مگر اس کے خاص ساتھی ٹھگ نے سمجھایا:

"انہیں مت مارو — ان کے مرنے سے وہ عورت اور بچہ ہاتھ نہیں آ جائیں گے الٹا ہمارا نقصان ہو گا۔ یہ سب عورتیں اور بچے سونے کے کئی ہزار سکوں کے بدلے بک جائیں گے۔"

ٹھگ سردار کی موٹی عقل میں یہ بات سما گئی اور وہ خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو رہا۔

دن ڈھل گیا اور رات ہو گئی۔ رات کی تاریکی نے جنگل کی خاموشی کو اور بھی ہولناک بنا دیا تھا۔ آسمان پر کالے بادلوں کا قبضہ تھا اس لیے چاند بھی نہیں نکلا تھا۔ جنگل ایک بہت بڑی قبر کی مانند لگ رہا تھا۔

ناگ نے رادھا سے کہا:

"بہن — میں مکار ٹھگوں سے نبٹنے جاتا ہوں۔ تم ہوشیار رہنا۔ میں کچھ ہی دیر میں لوٹ آؤں گا۔"

رادھا نے خوف زدہ لہجے میں کہا:

"تم مت جاؤ۔ ٹھگ بڑے بے رحم ہیں وہ تو تمہاری تکا بوٹی کر دیں گے۔"

ناگ ہنس پڑا۔ اس نے کہا:

"میں مسلمان ہوں اور ہر مسلمان اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ میں اکیلا نہیں جا رہا۔ میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ وہ ضرور میری مدد کرے گا۔ یہاں میں تمہاری حفاظت کے لیے ایک سانپ محافظ مقرر کر جاؤں گا۔"

رادھا کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ وہ لرز کر بولی:

"سانپ۔ ہے بھگوان۔ وہ تو مجھے ڈس لے گا۔"

ناگ کہنے لگا:

"گھبراؤ مت۔ میں ایک خاص علم جانتا ہوں۔ سانپ مجھے اپنا آقا مانتے ہیں جو میں کہتا ہوں وہی کرتے ہیں۔"

یہ کہہ کر ناگ نے سنگل دے کر ایک خطرناک سفید سانپ کو طلب کیا اور حکم دیا:

"اے سانپ — یہ عورت میری بہن ہے۔ اس کی حفاظت کا فرض میں تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔"

سفید سانپ نے پھنکار ماری اور ادب سے عرض کی:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ناگ دیوتا۔۔۔ غلام کے ہوتے ہوئے آپ کی بہن بالکل محفوظ رہے گی۔ آپ بے فکر ہو کر جائیے!"

رادھا نے جب سفید سانپ کو ناگ کے آگے جھکتے دیکھا تو اسے ناگ کی بات پر یقین آ گیا۔ ناگ پہاڑی کھوہ سے نکل کر جنگل میں آ گیا۔ تاریکی کا لباس پہنے گھنے درخت بڑے پر اسرار لگ رہے تھے۔ اچانک کوئی الو اپنی منحوس آواز میں چلایا جس سے جنگل کی فضا اور بھی ڈراؤنی ہو گئی۔

ناگ گہری سانس لے کر چھوٹا سا کالا سانپ بن گیا۔ سانپ بن جانے سے اسے تاریکی میں بھی سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ وہ بڑی تیزی سے رینگتا ہوا اس پہاڑی غار تک پہنچ گیا جس میں ٹھگوں کا بسیرا تھا۔ دو ٹھگ غار کے دروازے پر بیٹھے پہرہ دے رہے تھے۔ دونوں آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ ان کے کندھوں سے تیر کمان لٹک رہے تھے اور ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔

دونوں پہرے دار کم بخت غار کے دروازے کے آگے اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگ ان کی نظروں سے بچ کر غار میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ ناگ ان دونوں کو باری باری ڈس بھی نہیں سکتا تھا کیوں کہ خطرہ تھا کہ ناگ ایک کو ڈستا تو دوسرے نے شور مچا دینا تھا جس سے غار میں

موجود ٹھگ خبردار ہو جاتے اور ناگ یہ نہیں چاہتا تھا۔ ناگ کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی۔

وہ گہری سانس لے کر انسان کے روپ میں آ گیا اور ایک پتھر اٹھا کر جھاڑیوں میں پھینکا۔ کھڑاک کی آواز کے ساتھ ہی دونوں ٹھگ پہرے دار چونک پڑے۔ ان کی آنکھیں مکاری سے گردش کرنے لگیں۔

ایک نے کہا:

"یہ آواز کیسی تھی تم نے سنی؟"

"ہاں۔" دوسرے پہرے دار نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا: "لگتا ہے کوئی جانور جھاڑیوں میں سے گزرا ہے۔"

پہلے نے کہا:

"ہرگز نہیں۔ آواز ایسی تھی جیسے کوئی چیز گری ہو۔ ضرور کوئی دشمن ہے۔"

دوسرے نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا:

"تمہیں تو خواہ مخواہ شک کرنے کی عادت سی پڑ گئی ہے جاؤ دیکھ آؤ کون ہے؟"

پہرے دار اپنی جگہ سے اٹھا اور جھاڑیوں کی طرف جانے لگا۔ ناگ ہوشیار ہو گیا اور سانپ کا روپ دھار کر بیٹھ گیا۔ جونہی پہرے دار جھاڑیوں میں داخل ہوا۔ ناگ نے اچھل

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سر اس کی گردن پر ڈس لیا۔ ناگ کا زہر اس قدر تیز تھا کہ پہرے دار کی گردن کی رگیں اس کے اثر سے ایک دم خشک ہو گئیں۔ پہرے دار کا منہ اس طرح کھلا جیسے وہ چیخ مارنا چاہتا ہو مگر اسے حسرت ہی رہی۔

وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح لہرانے لگا اور دھڑام سے گر پڑا۔ دوسرا پہرے دار اچھل کر کھڑا ہو گیا اور جھاڑیوں کی طرف دیکھنے لگا پھر اس نے کہا،

اے جیون لال۔ کیا ہوا؟

ناگ کے لیے یہ بڑا نازک وقت تھا۔ اگر دوسرا پہریدار شور مچا دیتا تو اس کا سارا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ جاتا۔ وہ گھڑی سابق لے کر انسان بن گیا۔ اس نے مرنے والے ٹھگ کی کمان اٹھا کر تیر جوڑا اور دوسرے ٹھگ کی گردن کا نشانہ لے کر چھوڑ دیا۔ سنسناتا ہوا تیر سیدھا اس کی گردن میں کھب گیا۔ ٹھگ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ کوئی آواز نکالے بغیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔

سانپ بن کر رینگتا ہوا ناگ غار میں داخل ہو گیا۔ غار میں ہوئی مشعلیں روشن تھیں۔ فرش پر جانوروں کی کھالیں بچھی ہوئی تھیں جن پر سارے ٹھگ بڑے مزے سے سو رہے تھے۔ ان ٹھگوں کی تعداد پندرہ تھی۔ قیدی عورتیں اور بچے

نظر نہیں آ رہے تھے۔ ناگ آگے بڑھا تو غار کے دوسرے حصے میں اسے قیدی نظر آ گئے۔

وہ سب دیواروں میں نصب کھونٹوں سے زنجیروں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ عورتوں کے بال بکھرے پڑے تھے اور گالوں پر آنسوؤں کے نشان تھے۔ ناگ واپس ٹھگوں والے حصے میں آ گیا۔ اس نے بڑی تیزی کے ساتھ ایک ٹھگ کی گردن پر ڈس لیا۔ گردن پر ڈسنے کا مقصد یہ تھا کہ جو ناگ کا نشانہ بنے چیخ کر دوسروں کو خبردار نہ کر سکے۔

ٹھگ سوتے میں ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

ناگ نے باقی ٹھگوں کو بھی ٹھکانے لگانا شروع کر دیا۔ وہ آٹھویں ٹھگ کو ڈسنے لگا تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا ایک بھیانک سیاہ سانپ اس کے سر پہ پھن پھیلائے کھڑا ہے۔ اس کی طرف خون آلود آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ سانپ کی دو شاخی سرخ زبان لہرا رہی تھی۔ ٹھگ کے حلق سے بے اختیار زور دار چیخ نکل گئی۔

ناگ نے پھرتی سے ٹھگ کے ماتھے پر ڈس لیا۔ ٹھگ کا دماغ ایک دم سن ہو گیا اور وہ مر گیا لیکن اس کی چیخ نے دوسرے ٹھگوں کو ہوشیار کر دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھے۔ ناگ جلدی سے ایک چھوٹا سانپ بن کر ایک کونے میں دبک گیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ٹھگ سردار نے جب اپنے آٹھ بہترین ساتھیوں کو مرے پایا تو غصے سے کانپنے لگا اور تلوار لہرا کر چلایا:

"سانپ کو ڈھونڈو اس نے میرے آٹھ آدمیوں کو مار ڈالا ہے میں اسے آٹھ بار ماروں گا تب میرا انتقام پورا ہو گا۔ غار کا چپہ چپہ چھان مارو۔ سانپ کا بچہ نکلنے نہ پائے باہر پہرے داروں کو بھی خبردار کر دو۔"

ایک ٹھگ پہرے داروں کو خبردار کرنے غار کے دروازے کی طرف بھاگا مگر جب واپس آیا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس نے کانپتی آواز میں کہا:

"سردار۔ وہ دونوں تو مرے پڑے ہیں۔ ایک کو سانپ نے ڈسا ہے اور دوسرا تیر لگنے سے مارا گیا ہے۔"

ٹھگ سردار اچھل کر چنگھاڑا، سانپ تو تیر نہیں چلا سکتا ضرور اس جنگل میں ہمارا کوئی دشمن آ گیا ہے۔ اس نے تیر سے ہمارے ساتھی کو مارا ہے۔ میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا!"

ٹھگ سردار نے دو ٹھگوں کو غار کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور باقی کو لے کر اپنے دشمن کو ڈھونڈنے غار سے نکل حالانکہ اس کا دشمن غار میں ہی موجود تھا۔ اب غار میں صرف دو ٹھگ تھے۔!!

○

عقاب اور شکاری

ناگ دوبارہ حرکت میں آ گیا۔

وہ رینگتا ہوا ایک ٹھگ کی طرف بڑھا لیکن دوسرے ٹھگ نے اسے دیکھ لیا اور شور مچا دیا۔ سانپ — سانپ بس پھر کیا تھا ٹھگ نے اپنی تلوار ناگ کی طرف اچھال دی۔ اگر ناگ پھرتی نہ دکھاتا تو آج اس کا کام تمام ہو جاتا۔ تلوار اس جگہ آ کر گری تھی جہاں ایک سیکنڈ پہلے ناگ موجود تھا۔

اب ناگ کو اپنی فکر پڑ گئی۔ دوسرے ٹھگ نے کمان سنبھال لی تھی اور تیر پہ تیر چلائے جا رہا تھا۔ ناگ پہلو بدل بدل کر ان حملوں سے بچ رہا تھا اس نے سوچا اگر وہ سانپ کے بھیس میں رہا تو مارا جائے گا۔ اس نے گہری سانس لی اور دوسرے ہی لمحے سانپ کی جگہ ایک پہاڑی ٹیلے جتنا کالا ہاتھی کھڑا سونڈ لہرا رہا تھا۔ ٹھگوں کی تو جان ہی نکل گئی۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے سانپ کو ہاتھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بنتے دیکھا تھا۔ ان کے جسم پسینے میں تر بتر ہو گئے اور ٹانگیں کانپنے لگیں۔

نوکیلے دانتوں والا ہاتھی سونڈ اٹھا کر چنگھاڑا۔ اس نے پاس کھڑے ٹھگ کو سونڈ میں لپیٹ کر دیوار پر دے مارا۔ ٹھگ کی ہڈی پسلی برابر ہو گئی۔ دوسرا ٹھگ تیر کمان پھینک باہر کو بھاگا لیکن ہاتھی نے اسے سونڈ میں دبوچ کر زمین پہ رکھا اور اپنا بھاری پاؤں اس پہ رکھ دیا۔ ٹھگ کا کچومر نکل گیا۔

ہاتھی کے چنگھاڑنے کی آواز غار سے باہر بھی گئی تھی جہاں سردار اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ اپنے 'دشمن' کو تلاش کر رہا تھا۔ وہ بڑا حیران ہوا اس جنگل میں تو ہاتھی پائے نہیں جاتے تھے۔ پھر ہاتھی غار کے تنگ منہ سے اندر کس طرح داخل ہو سکتا ہے؟ بہرحال اس نے غار میں جھانکا اور یہ دیکھ کر گرتے گرتے بچا کہ کالا افریقی خون خوار ہاتھی کھڑا سونڈ لہرا رہا ہے۔ اس کے پنکھے ایسے بڑے بڑے کان ہل رہے ہیں۔ سردار ٹھگ چکرا کر رہ گیا۔ یہ ہاتھی ایک دم کہاں سے اور کیسے آ گیا وہ چلایا:

"ساتھیو! غار میں ہاتھی ہے۔"

سارے ٹھگ بھاگے ہوئے غار کی طرف آئے مگر اس

دوران ناگ، سانپ بن کر دیوار سے چمٹ چکا تھا۔ ٹھگوں نے غار میں جھانکا اب انہیں ہاتھی کہاں نظر آتا۔

ایک ٹھگ نے کہا:

"سردار — غار میں ہاتھی تو کیا چوہا بھی نظر نہیں آ رہا۔ ارے ہمارے دو ساتھی مرے پڑے ہیں۔"

ٹھگ سردار غصے میں دہاڑا:

"کیا بکتے ہو۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے ہاتھی کو سونڈ لہراتے دیکھا ہے۔"

ٹھگ سردار نے دوبارہ غار میں جھانکا اور اب تو اس کا دماغ پورا ہی گھوم گیا۔ ہاتھی واقعی غائب تھا اور اس کے دونوں ساتھیوں کی کچلی ہوئی لاشیں پڑی تھیں۔ ٹھگ سردار کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ چکر کیا ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت غار میں آ گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ناگ دیوار سے چمٹا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ ٹھگ سردار نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا اور بولا:

"کیا میں پاگل ہو گیا ہوں۔ میرے جانباز کیسے مرتے جا رہے ہیں؟"

پھر ٹھگ سردار طیش میں آ گیا اس نے تلوار لہرائی اور حلق پھاڑ کر چلایا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یہ ساری آفت منحوس قیدیوں کی وجہ سے آئی ہے۔ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا ایک ایک کے ٹکڑے کر دوں گا۔"

اب ناگ انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ گہری سانس لے کر ایک بہت بڑا سات منہ والا اژدہا بن گیا۔ اژدہے کے ہر منہ کی آنکھیں خون آلود تھیں اور پھنکاریں نکل رہی تھیں۔ ٹھگوں کی تو چیخیں نکل گئیں۔ اژدہے کا ہر منہ آگ کے شعلے اگلنے لگا۔ آگ کی پچکاریوں نے ٹھگوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ وہ چیختے چلاتے جہنم رسید ہو گئے۔ برائی کا انجام برائی نکلا۔ جن ٹھگوں نے ساری زندگی دوسروں کو ہلاک کیا تھا۔ وہ آج خود بھی ہلاک ہو گئے تھے۔

ناگ انسان کے روپ میں آ کر قیدیوں والے حصے کی طرف بڑھا۔ ساری قیدی عورتیں اور بچے جاگ چکے تھے۔ ان کے چہرے زرد ہو رہے تھے۔ ناگ نے سب کو زنجیروں سے آزاد کیا اور کہا:

"ظالم ٹھگ مر چکے ہیں۔ اب تم سب آزاد ہو۔ اپنا اپنا مال سمیٹ لو۔"

ناگ پہاڑی کھوہ سے رادھا اور اس کے بچے کو بھی

لے آیا۔ وہ رات سب نے غار میں بسر کی۔ اگلی صبح ناگ سب کو لے کر غار سے نکل پڑا۔ اتفاق سے ایک اور قافلہ جنگل سے گزر رہا تھا۔ ناگ قافلے کے سالار سے ملا اور اسے ساری کہانی سنائی۔ سالار کو قاتل ٹھگوں کے خاتمے کا پتہ چلا تو سارے قافلے میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ناگ نے عورتوں اور بچوں کو سالار کے حوالے کیا اور اجازت لے کر چل پڑا۔

گرمی کا موسم تھا۔ فضا بڑی بوجھل اور مرطوب تھی۔ ناگ درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اس نے زمین پر اگی لمبی گھاس اور درختوں کے تنوں سے لپٹی جنگلی بیلوں کو دیکھ کر سوچا یہاں کوئی چھوٹی سی پگڈنڈی بھی نہیں ہے جس کا مطلب ہے کہ ادھر سے کبھی انسان کا گزر نہیں ہوا۔

ناگ کا خیال درست تھا وہ جنگل کے ویران حصے کی طرف نکل آیا تھا۔ ناگ جنگل میں بائیں طرف جا رہا تھا اگر وہ دائیں طرف جاتا تو اس نے عقرب جادوگر کے اس ویران مندر تک پہنچ جانا تھا جہاں ماریا قید تھی مگر ناگ کو کیا خبر تھی۔ دوپہر ہونے تک ناگ ایک ندی کے کنارے پہنچ گیا۔ یہاں ناریل کے درخت اگے ہوئے تھے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تیز ہوا کی وجہ سے کئی ناریل زمین پر پڑے تھے۔ ناگ نے ایک ناریل توڑ کر اس کا رس پیا اور گیلی ٹھنڈی ریت پر لیٹ گیا۔ نم آلود ٹھنڈی ہوا کے تھپیڑے اس کے جسم سے ٹکرانے لگے اور ناگ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ وہ سو گیا۔

اس ندی میں بڑا خون خوار قسم کا مگرمچھ رہتا تھا۔ ندی پر پانی پینے کے لیے آنے جانے جانوروں کو دبوچ کر کھا جانا اس کا کام تھا۔ وہ کئی انسانوں کو بھی ہڑپ کر چکا تھا۔ اس وقت وہ اپنی کھوہ میں پڑا تھا کہ اسے انسان کی خوشبو آئی۔ مگرمچھ نے نتھنے سکیڑ کر سونگھا تو خوشبو اور بھی تیز محسوس ہوئی۔

مگرمچھ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ پوری طرح چوکنا ہو گیا اور اپنی ریتلی کھوہ سے نکل کر سونگھتا ہوا اس طرف آنے لگا پھر جب اس نے ایک انسان کو سوتے پایا تو خوشی کے مارے اس کا دل دھڑکنے لگا۔ ایسا آسان شکار کرنا تو اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا وہ اپنا لمبوترہ تیز دانتوں والا منہ کھول کر بڑی چالاکی سے ناگ کی طرف بڑھنے لگا۔

مگرمچھ کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنا شکار دبوچتے ہی فوراً گھسیٹ کر پانی میں لے جاتا ہے اور اسے خوب

غوطے دیتا ہے تاکہ شکار مر جائے۔ مگرمچھ کی گرفت اس قدر مضبوط ہوتی ہے کہ شکار نکل نہیں سکتا۔ جب شکار مر جاتا ہے تو مگرمچھ پانی کے نیچے اپنی کھوہ میں اسے رکھ دیتا ہے اور جب وہ گلنے سڑنے لگتا ہے تو مزے لے لے کر کھاتا ہے لیکن اگر بھوکا ہو تو فوراً ہڑپ کر جاتا ہے — وہ اپنا شکار کبھی دریا یا ندی کے کنارے پر نہیں کھاتا۔

ناگ تو بڑی گہری نیند سو رہا تھا۔ مگرمچھ دبے قدموں نزدیک آ رہا تھا۔ اس کے لمبوترے منہ سے رال ٹپک رہی تھی۔ پاس آتے ہی مگرمچھ نے بجلی کی طرح حملہ کیا اور ناگ کا پاؤں اپنے جبڑے میں جکڑ کر پھرتی سے پانی میں چلا گیا۔

ناگ، جاگ تو اسی وقت گیا تھا جب مگرمچھ نے اس کا پاؤں دبوچا تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ ناگہانی آفت سے سنبھل پاتا مگرمچھ اسے پانی میں لے جا چکا تھا۔

ناگ گھبرا گیا۔ مگرمچھ اسے پانی میں غوطے دے رہا تھا۔ ناگ کی ناک میں پانی داخل ہو گیا اس نے کھانسنے کے لیے منہ کھولا تو پانی منہ میں بھر گیا۔ ناگ کو اپنی سانس رکتی محسوس ہوئی۔ موت بالکل سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ عنبر تو تھا نہیں کہ موت اس سے بھاگتی۔ اگرچہ ناگ کئی دفعہ

مرگر نہ . . . . وہ تھا لیکن یہاں مگرمچھ نے اسے دوبارہ زندہ ہونے کے قابل چھوڑا ہی کہاں تھا۔ اس نے تو اس کو بوٹی بوٹی چٹخارے لے لے کر کھا جانی تھی۔ ناگ نے اپنے پاؤں چھڑانا چاہا مگرمچھ اسے کب چھوڑنے والا تھا۔

ناگ کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا قریب تھا کہ وہ بے ہوش ہو جاتا اس نے ہمت کر کے گہری سانس لی اور دریائی سانپ بن گیا۔ سانپ بنتے ہی اس کے دماغ پر چھائی دھند چھٹنے لگی۔ مگرمچھ نے دیکھا کہ اس کے شکار کی ٹانگ منہ سے نکل چکی ہے اور وہ غائب ہو گیا ہے۔ اسے غصہ آ گیا وہ غصے میں اپنی دم اٹھا کر پانی میں مارنے لگا۔

سانپ، مگرمچھ کے جسم سے لپٹ گیا۔ ناگ اس وقت بڑے ہی خطرناک سانپ کے روپ میں تھا۔ اس کا جسم دھاری دار لیکن پھن سرخ تھا اور پھن کے اوپر کالے بال اگے ہوئے تھے۔ ناگ جگہ جگہ سے مگرمچھ کو ڈسنے لگا جلد ہی وہ بے حال ہو کر مگرمچھ لٹو کی طرح پانی میں گھومنے لگا پھر پانی کی سطح پر آ کر کنارے کی طرف آ گیا۔

زہریلے سانپ کے زہر نے اپنا اثر شروع کر دیا مگرمچھ کو اپنا جسم اندر سے پھٹتا محسوس ہوا اور وہ کنارے پر آنے

سے پہلے ہی تڑپ کر مر گیا۔ ناگ کنارے پر آ کر انسان بن گیا۔ اس نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ جان بچ گئی ورنہ موذی مگرمچھ نے تو اسے ہمیشہ کے لیے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ ناگ چل پڑا۔

شام ہونے لگی۔ جوں جوں شام گہری ہوتی جا رہی تھی جنگل کی زندگی انگڑائیاں لے کر بیدار ہو رہی تھی۔ پرندے درختوں پر چہچہا رہے تھے۔ ننھی منی لیکن بے حد حسین گلہریوں کے غول تھے جو ناگ کو دیکھتے ہی اپنی بال دار لمبی دُمیں ہلاتی درختوں پر چڑھ جاتی تھیں۔ بندر خوخیاتے ہوئے ٹہنیوں پہ چھلانگیں لگاتے ایک سے دوسرے درخت پر جا رہے تھے۔

ناگ کو یہ منظر بڑا بھلا لگا۔ اس نے گہری سانس لے کر عقاب کا روپ دھارا اور اڑنے لگا۔ . . . ت ہونے سے پہلے اس جنگل سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اس جنگل میں رات بسر کرنا خطرات سے خالی نہ تھا۔

عقاب کی شکل میں پرواز کرتا ہوا ناگ جنگل سے نکل آیا۔ نیچے اسے ایک گاؤں نظر آ رہا تھا۔ ناگ غوطہ مار کر نیچے آ گیا اور کچے مکانوں پر اڑنے لگا۔ ناگ کی یہی غلطی اسے لے ڈوبی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک دیہاتی شکاری پرندوں کا شکار کر کے جنگل سے لوٹ رہا تھا اس نے جب خوبصورت سفید عقاب کو پرواز کرتے دیکھا تو خوش ہو گیا۔ سفید عقاب اس علاقے میں بالکل نہیں پایا جاتا تھا۔ شکاری نے سوچا اگر وہ اس عقاب کو مار کر اس میں بھس بھرے تو کوئی امیر اسے منہ مانگے داموں پر خرید لے گا۔

شکاری نے شکار کیے پرندوں والا پٹارہ کندھے سے اتار کر زمین پر رکھا۔ کمان میں تیر جوڑا اور نشانہ لے کر چھوڑ دیا۔ شکاری اپنے نشانے کا بڑا سچا تھا۔ تیر عقاب کے پر میں لگا۔

ناگ کو اپنے جسم میں آگ سی لگتی محسوس ہوئی۔ وہ بے ہوش ہو کر نیچے گرنے لگا۔ ناگ اگر انسان کے بھیس میں ہوتا تو تیر لگنے کی تکلیف برداشت کر سکتا تھا مگر عقاب چھوٹا ہوتا ہے اس لیے بے ہوش ہو گیا۔ قلا بازیاں کھاتا عقاب گھاس پر آ گرا۔ شکاری نے دوڑ کر اسے اٹھا لیا۔ وہ اسے مرا ہوا سمجھا تھا۔

شکاری نے جیب سے رسی نکال کر عقاب کی دونوں ٹانگیں باندھ کر اسے کندھے سے لٹکا لیا اور پٹارہ اٹھا کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ گھر پہنچ کر شکاری نہایا دھویا پھر

عقاب یعنی ناگ کو لکڑی کے تختے پر لٹا کر چھری تیز کرنے لگا۔ وہ چھری سے عقاب کا پیٹ چیر کر آنتیں باہر نکالنا چاہتا تھا تاکہ پیٹ کو نمک سے دھونے کے بعد اس میں بھس بھر سکے۔

پتھر کی سل پر رگڑے جانے سے چھری میں چمک آتی جا رہی تھی اور ناگ ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔

O

آیئے اب عنبر کے پاس چلتے ہیں۔

بحری جہاز سفر کرتا ہوا دیبل کے ساحل سے آ لگا۔ مسافر اترنے لگے۔ عنبر بھی جہاز سے اتر آیا۔ دیبل موجودہ کراچی کا پرانا نام تھا۔ عنبر پہلے بھی کراچی آ چکا تھا۔ اور کراچی ہی سے اس نے تاریخ میں واپسی کا سفر شروع کیا تھا۔

سندھ پر ایک سو چالیس برس تک سودرا خاندان حکمرانی کرتا رہا تھا۔ پربھاکر ور دھن نامی فاتح نے سودرا خاندان کو شکست دے کر تاج سے محروم کیا۔ پربھاکر کے بعد اس کا بیٹا ہرش ور دھن سودرا خاندان سے خراج وصول کرتا رہا مگر اس کی وفات کے بعد صوبہ سندھ نے پھر خود مختار حیثیت حاصل

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی۔ سودنا خاندان کے آخری حکمران رائے ساہ سی کی وفات کے بعد اس کے برہمن وزیر چچ نے حکومت پر قبضہ کیا بعد ازاں چچ کا بھائی چندر سریر آرائے اور پھر چچ کا بیٹا راجہ داہر تخت پر بیٹھا۔

یہ وہی راجہ داہر تھا جسے مسلمان فاتح محمد بن قاسم نے ۷۱۲ء میں شکست دی تھی۔ سندھ کا نام آریا قوم نے سندھو رکھا تھا۔ سندھو سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ،بہت بڑا دریا۔ چونکہ یہ علاقہ دریائے سندھ کے ساتھ واقع تھا اس لیے پہلے اسے سندھو اور پھر سندھ کہا جانے لگا

عنبر ساحل کے پاس موجود سرائے میں ٹھہر گیا۔ یہ سرائے بڑی شاندار تھی چند دن عنبر یہاں ٹھہرا رہا کراچی سے پنجاب کے لیے ایک قافلہ جا رہا تھا عنبر اس قافلے میں شامل ہو گیا۔ وہ لاہور جانا چاہتا تھا۔

لاہور پر ان دنوں راجہ انند پال کی حکمرانی تھی۔ انند پال جے پال کا بیٹا تھا جس نے دو مرتبہ غزنی پر حملہ کیا تھا پہلی بار اس نے سبکتگین سے اور دوسری بار محمود غزنوی سے شکست کھائی تھی۔ جے پال اپنے پندرہ بیٹوں سمیت گرفتار ہو کر محمود غزنوی کے سامنے پیش کیا گیا اور ڈھائی لاکھ دینار تاوان جنگ دے کر رہا ہوا۔ رہا ہونے کے بعد جے پال واپس لاہور آیا

پے در پے شکستوں کی شرم کے باعث اپنے آپ کو آگ لگا کر مر گیا۔

لاہور کے موجودہ حکمران انند پال نے بھی محمود غزنوی سے ایک بار شکست کھائی تھی۔ یہ ۱۰۰۷ء کا ذکر ہے۔ اب ہندوستان کے تمام ہندو راجے مل کر محمود غزنوی سے جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ ان دنوں لاہور میں مسلمانوں پر بڑی سختی ہوتی تھی۔ ہندو فوجی مسلمان عورتوں کو گھروں سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔ مسلمانوں کی پکڑ دھکڑ جاری تھی جس کسی پر جاسوس ہونے کا شبہ ہوتا اسے فوراً پھانسی پر لٹکا دیا جاتا تھا!!

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر لاہور میں

کئی دن کے سفر کے بعد قافلہ صبح سویرے لاہور پہنچ گیا اور موجودہ شالا مار باغ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ عنبر قافلے سے علیحدہ ہو کر شہر کی چار دیواری میں آ گیا۔

آسمان پر پو پھٹ رہی تھی۔ دن چڑھنے میں ابھی کچھ وقت تھا۔ مندروں کی گھنٹیاں بجنا شروع ہو چکی تھیں۔ عنبر بازار میں گھومنے لگا۔ دکانیں بند تھیں اور دھندلے اندھیرے میں لپٹی ہوئی تھیں۔ ہر طرف سناٹے کا راج تھا۔ عنبر ایک سرائے میں آ گیا اور ناشتہ کرنے لگا۔ گرما گرم پوڑیاں۔ چیٹ پٹا سالن اور حلوہ۔ عنبر کو مزا آ گیا۔

دن چڑھا تو سرائے میں مسافروں کی ریل پیل ہو گئی۔ سبھی محمود غزنوی اور آنند پال کی ہونے والی جنگ کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ ان کی گفتگو سے عنبر کو معلوم ہوا کہ ایک مسلمان جاسوس پکڑا گیا ہے اور کل اسے پھانسی دے دی جائے گی۔ مسلمان جاسوس کا نام شعیب تھا اور وہ پرانے قلعہ میں

قید تھا۔ یہ قلعہ ہندوؤں کے قدیم شمشان گھاٹ کے عقب میں تھا۔ شمشان گھاٹ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ہندو اپنے مُردے جلاتے ہیں۔ عنبر نے دل میں عہد کر لیا کہ چاہے کچھ بھی ہو وہ مسلمان جاسوس کو ضرور بچائے گا۔

ناشتہ کر کے عنبر سرائے سے نکل آیا۔

عنبر کو لاہور شہر بڑا پھیکا پھیکا لگا۔ خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ گلی کوچے بڑے پر اسرار اور تنگ و تاریک تھے۔ عنبر نے مصری لباس پہن رکھا تھا یہی وجہ تھی کہ گھورنے والے ہندو لالے اسے گھورتے ہوئے چلے جاتے۔ عنبر نے ایک دکان سے ہندوؤں والا لباس خریدا۔ اس کے پاس ہندوستانی سکے تو تھے نہیں — قیمتی موتی تھے۔ عنبر نے ایک بڑا موتی نکال کر دکاندار کے حوالے کیا۔

موتی دیکھ کر ہندو لالے کی آنکھیں کھل گئیں۔ یہ تو بڑا قیمتی موتی تھا اس سے پوری دکان خریدی جا سکتی تھی۔ ہندو لالے نے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے معمولی کپڑے پہن رکھے تھے۔

ہندو لالے نے عیاری سے کہا۔

"کیوں مہاراج۔ کہاں سے یہ موتی چرا کر لائے ہو؟"

عنبر کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے جیب سے مٹھی بھر موتی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نکال کر ہندو نکال کر ہندو لالے کے سامنے ڈھیر کر دیئے
اور کہا:

"یہ سب میرے اپنے ہیں۔ چوری کے نہیں۔"

جگمگاتے قیمتی موتیوں کا ڈھیر دیکھ کر ہندو لالے کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے جلدی سے کہا:

"اوہو مہاراج۔ آپ تو برا مان گئے۔ شما کیجئے۔ میں نے تو مذاق کیا تھا۔"

عنبر نے کپڑے اٹھائے اور موتی سمیٹ کر دکان سے نکل آیا۔ ہندو لالے کی نیت خراب ہو چکی تھی۔ اس نے فوراً اپنے ملازم جمنا کو بلایا۔ جمنا خود ایسا پلا ہوا بدمعاش تھا۔ وہ پہلے کئی بار جیل جا چکا تھا۔

ہندو لالے نے کہا:

"ابے جمنا۔ ابھی ابھی ایک چھوکرا دکان سے نکلا ہے۔ اس کا پیچھا کرو اور کسی ویران جگہ اس کا کام تمام کر دے۔ اس کے پاس بڑے قیمتی موتی ہیں۔"

جمنا نے چھاتی چوڑی کر کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا:

"اس چھوکرے کو تو میں ایک ہی وار میں ٹھنڈا کر دوں گا۔ مجھ سے نہیں بچ سکے گا سالا۔"

جمنا نے دکان سے نکل کر عنبر کا پیچھا شروع کر دیا۔

عنبر بارونق علاقے سے گزر کر ایک تنگ اور ویران گلی میں داخل ہوا تو جمنا نے اسے جا لیا اور خنجر اس کے سینے پر رکھ کر بولا:

"جو کچھ ہے نکال دو ورنہ ابھی ڈھیر کر دوں گا۔ چلو جلدی سے سب مال میرے حوالے کر دو۔"

عنبر کے لیے یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ اسے اپنی طویل زندگی میں بے شمار ایسے واقعات پیش آئے تھے۔

اس نے کہا:

"بھائی۔ میں یہاں اجنبی ہوں۔ مصر سے آیا ہوں کیا تم اپنے مہمانوں سے یہی سلوک کرتے ہو؟"

"تمہارے مہمان کی ایسی تیسی۔" جمنا نے گرج کر کہا:

"مال نکالتے ہو کہ ٹھنڈا کر دوں۔"

عنبر مسکرایا اور بولا:

"مال تو نہیں دوں گا ٹھنڈا کر سکتے ہو تو کر دو۔"

جمنا بدمعاش کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیسا انسان ہے جو موت کو سامنے دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔ اسے غصہ آگیا۔ اس نے خنجر عنبر کی گردن پر رکھ کر اس طرح چلانا شروع کر دیا۔ جیسے قصائی بکرے کو ذبح کرتا ہے مگر یہ کیا۔۔۔ عنبر کی گردن تو کٹ نہیں رہی تھی الٹا ایسی آواز پیدا ہو رہی تھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جیسے خنجر پتھر کی کسی سِل پہ رگڑا جا رہا ہو۔

جمنا نے خنجر کی دھار دیکھی وہ بھی کُند ہو چکی تھی۔ اس نے عنبر کی گردن ٹٹول کر کہیں اس نے لوہے کا پٹہ تو نہیں رکھا مگر جمنا کے ہاتھ گوشت پوست کی گردن سے ٹکرائے تھے۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ عنبر کی گردن کٹتی کیوں نہیں۔

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"بھیڑیے کی اولاد — اگر تم دنیا جہان کے خنجر میری گردن پر ساری زندگی چلاتے رہو۔ تو بھی نہ کاٹ سکو گے۔ میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں۔ چلو بھاگ جاؤ یہاں سے"

جمنا اب گھبرا چکا تھا۔ اس نے دھڑا دھڑ عنبر کے پیٹ میں خنجر مارنا شروع کر دیئے مگر نہ تو لہو نکلا اور نہ ہی عنبر زخمی ہوا بلکہ خنجر دو ٹکڑے ہو گیا۔

عنبر نے کہا:

"تم نے دل کی حسرت نکال لی اب میری باری ہے"

عنبر نے جمنا بدمعاش کے سر پر اس زور کا مکا مارا کہ سر گردن میں دھنس گیا۔ اور وہ دم کٹی چھپکلی کی طرح تڑپتا ہوا مر گیا۔ عنبر گلی سے نکل کر اپنی سرائے میں آگیا۔

رات ہوئی تو عنبر نے قلعے میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا جہاں مسلمان جاسوس شعیب قید تھا۔ عنبر کے پاس یہی

ایک رات تھی۔ اگلی صبح تو شعیب کو پھانسی دی جانی تھی۔ شہر کے بڑے چوک میں پھانسی گھر بنا دیا گیا تھا جس سے رسی لٹک رہی تھی۔ ہندو راجہ انند پال نے شعیب کو سرِعام پھانسی دینے کا حکم دیا تھا۔

عنبر سرائے سے نکل کر شمشان گھاٹ کی طرف آگیا۔ رات بڑی تاریک اور سنسان تھی۔ رات کو بھونکنے والے کتے بھی سو چکے تھے۔ شمشان گھاٹ کی دیوار کے ساتھ ساتھ جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ یہ جھاڑیاں قطار میں تھیں۔ اور دور سے یہاں لگتا تھا جیسے چڑیلیں بیٹھی بال سکھا رہی ہوں۔ عنبر شمشان گھاٹ میں داخل ہو گیا۔

ایکا ایکی عنبر کو یوں لگا جیسے کسی نے اس کا نام لے کر آواز دی ہو۔ عنبر چوکس ہو گیا پھر اس نے سوچا شاید یہ میرا وہم ہے۔ بھلا اس ویران شمشان گھاٹ میں کوئی آواز دے سکتا ہے۔ عنبر آگے بڑھا ہی تھا کہ آواز دوبارہ سنائی دی۔ آواز بڑی باریک مگر واضح تھی۔ یہ کسی عورت کی آواز تھی جو کہہ رہی تھی:

"عنبر... عنبر... شمشان گھاٹ میں آنا تمہیں مبارک ہو۔ میری مدد کرو... میری مدد کرو"

گہرا سناٹا — شمشان گھاٹ کی پُراسرار فضا اور آواز۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کوئی اور ہوتا تو دہشت سے وہیں مر جاتا۔ عنبر رک چکا تھا اور ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا پھر نجانے کیسے فضا میں ایک کھوپڑی نمودار ہوئی اور عنبر کے سر پر چکر لگانے لگی۔ کھوپڑی چاند کی روشنی میں چمک رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں دو شمعیں روشن تھیں۔

عنبر اپنی جگہ خاموش کھڑا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ کھوپڑی کیا کرتی ہے۔ کھوپڑی کچھ دیر عنبر کے سر پر چکر کاٹتی رہی پھر رک رک کر ایک طرف جانے لگی۔ وہ بار بار مڑ کر عنبر کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو آؤ عنبر میرے پیچھے چلے آؤ۔

عنبر کھوپڑی کے پیچھے چلنے لگا۔ کھوپڑی ہوا میں تیرتی ہوئی شمشان گھاٹ کے اس حصے میں آ گئی مردے جلائے جاتے تھے۔ یہاں پہنچ کر کھوپڑی ایک گڑھے کے اوپر رک گئی اور جیسے نیچے کچھ دیکھنے لگی۔ عنبر نے پاس جا کر دیکھا۔ گڑھے میں ایک پرانا ڈھانچہ پڑا تھا جس کو زنجیروں نے جکڑ رکھا تھا۔ ڈھانچے پر راکھ بکھری ہوئی تھی۔

عنبر کے کانوں میں ایک باریک تکلیف دہ آواز پڑی:

"میری مدد کرو۔ یہ لوہا میری ہڈیوں کو کاٹ رہا ہے۔ عنبر مجھے اس عذاب سے نجات دلاؤ۔"

عنبر گڑھے میں اتر گیا اور زنگ آلود زنجیروں کو پوری طاقت سے جھٹکا دے کر توڑ دیا۔ ڈھانچہ آزاد ہو گیا۔ پھر عنبر کے کانوں میں ایسی آواز آئی جیسے کسی نے اطمینان بھرا سانس لیا ہو۔ ساتھ ہی باریک آواز نے کہا:

"اے عنبر۔ تیرا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ میں برسوں سے اس عذاب کو سہہ رہی تھی۔"

عنبر نے غور سے ڈھانچے کو دیکھا اور کہا:

"اے عورت۔ بتا تو کون ہے اور یہاں تجھے کس نے قید کیا تھا؟"

ہوا میں تیرتی ہوئی کھوپڑی گڑھے میں اتر آئی۔ وہ ڈھانچے کی گردن سے جڑ گئی۔ فوراً ہی سالوں پرانا ڈھانچہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ڈھانچے کا جبڑا ہلا اور وہی آواز آئی:

"عنبر — میرا نام کملا ہے۔ میں آج سے ۵۰ سال پہلے شہر لاہور کے امیر کی بیوی تھی۔ میرا خاوند بیمار ہو کر مر گیا۔ ہندو رسم کے مطابق مجھے بھی اپنے خاوند کی لاش کے ساتھ جل مرنے پر مجبور کیا جانے لگا۔ میں اپنے کمسن بیٹے کی خاطر مرنا نہیں چاہتی تھی مگر میرے رشتہ داروں نے زبردستی مجھے یہاں زنجیروں سے جکڑ کر ڈال دیا۔

میرے خاوند کی لاش میرے برابر رکھ دی گئی اور ہمارے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اوپر لکڑیوں کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ میں روئی چلائی منت سماجت کی مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی، انھوں نے دال چتا کو آگ لگا دی اور میں جل کر مر گئی۔ اس وقت سے میری روح اس شمشان گھاٹ میں بھٹک رہی ہے۔

بھگوان کا شکر ہے تم ادھر آگئے اور مجھے عذاب سے نجات دلائی۔ اب تو لوہا میری ہڈیوں کو کاٹنے لگا تھا۔ تم نے میری روح کو وہے کے خوفناک عذاب سے آزادی دی ہے۔ اب میں روحوں کی دنیا میں جا سکتی ہوں۔"

عنبر جانتا تھا کہ ہندو خاوند کی موت کے بعد اس کی کو بھی چتا میں بیٹھ کر جل مرنا پڑتا ہے۔ اس رسم کو "ستی ہونا" کہا جاتا تھا۔ ہندو اس ظالمانہ رسم پر بڑی سختی سے عمل کرتے تھے اور "ستی ہونے" والی عورت کو سماج میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

عنبر نے کہا:

"کیا تمہارے خاوند کی روح بھی شمشان گھاٹ میں قید ہے؟"

ڈھانچے کی باریک آواز آئی:

"نہیں۔ وہ روحوں کی دنیا میں چلی گئی تھی۔ اچھا عنبر میں اب جا رہی ہوں۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھلاؤں گی۔ ایک دن سب کی روحوں کو اپنی دنیا میں پہنچنا ہے۔

تمہاری روح بھی ایک دن ضرور وہیں پہنچے گی اور میں روحوں کی دنیا کے دروازے پر تمہارا استقبال کروں گی۔"

عنبر نے کہا:

"اے روح — کیا تم مجھے یہ بتا سکتی ہو میں کب مروں گا؟"

ایکا ایکی زمین کانپی اور روح کی خوف میں لپٹی ہوئی آواز کہنے لگی:

"عنبر — یہ ایک راز ہے۔ مقدس راز — جس پر سے میں پردہ نہیں اٹھا سکتی۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ تم دعا یا بددعا کے زیر اثر کب تک زندہ رہو گے۔ اچھا عنبر الوداع۔"

اس کے ساتھ ہی ہڈیوں کا ڈھانچہ زمین پر گرا تمام ہڈیاں بھر بھرا کر مٹی میں مل گئیں۔ عنبر گڑھے سے نکل آیا اور قلعے کے اس دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ جو شمشان گھاٹ کی طرف کھلتا تھا۔ قلعے کی دیوار کے ساتھ خاردار جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ بل کھاتی جنگلی بیل دروازے کے اوپر تک چلی گئی تھی۔

لکڑی کا بنا ہوا یہ دروازہ بہت بلند تھا۔ اس دروازے میں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ جس سے ایک بھاری تالا لٹک رہا تھا۔ کسی زمانے میں قیدیوں کو اس دروازے کے راستے شمشان گھاٹ میں لا کر زندہ جلا دیا تھا۔ اب یہ دروازہ عرصہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عرصہ سے بند پڑا تھا۔ عنبر تالا توڑ کر قلعے میں داخل ہو گیا۔

قلعے میں جگہ جگہ موم کی مشعلیں جل رہی تھیں۔ ہندو فوجی پہرے دار تلواریں اور نیزے تھامے گھوم رہے تھے۔ عنبر دیوار کے ساتھ چلتا چلتا آگے بڑھنے لگا۔ آگے جا کر یہ دیوار بائیں طرف مڑ گئی۔ سامنے ہی ایک فوجی پہرے دار تھا۔ اس نے عنبر کو دیکھا تو حیرت سے اس کی آنکھیں کھل گئیں کہ اتنے سخت پہرے کے باوجود یہ شخص قلعے میں کیسے آ گیا۔ یہ ہندو بڑا بے رحم تھا۔ مسلمانوں سے تو اسے خدا واسطے کا بیر تھا وہ کئی مسلمانوں کو اپنی تلوار سے قتل کر چکا تھا۔ اور آج موت اسے کھینچ کر عنبر کے سامنے لے آئی تھی۔

اس نے تلوار عنبر کے سینے سے لگا دی اور کڑک کر کہا:

"کون ہو تم؟"

عنبر نے بڑے معصومانہ انداز میں کہا:

"جناب میں شمشان گھاٹ کا مردہ ہوں۔ ابھی ابھی زندہ ہوا ہوں اور گھاس چرنے اس قلعے میں آیا ہوں۔ حکم ہو تو آپ کو بھی ہری ہری گھاس پیش کروں۔ شکل اور جسم سے آپ بالکل بھینسے لگتے ہیں۔"

پہرے دار فوجی بڑا حیران ہوا کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے وہ تلوار چبھو کر بولا:

"سچ سچ بتاؤ۔ تم کون ہو اور اس قلعے میں کس طرح داخل ہوئے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"جناب — میں نے بتایا ہے کہ شمشان گھاٹ کا مردہ ہوں۔ آپ کو یقین نہیں آیا۔ میں آپ کو مردوں کی دنیا میں پہنچا دیتا ہوں۔ وہاں جا کر فرشتوں سے پوچھیے گا کہ میں کون ہوں؟"

یہ کہہ کر عنبر نے پھرتی سے پہرے دار فوجی کی گردن دبوچ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تاکہ وہ چیخ کر دوسروں کو خبردار نہ کر سکے۔ فوجی نے تلوار گھما کر عنبر کے پیٹ میں ماری عنبر پر خاک اثر ہوتا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے فوجی شہ رگ پکڑ کر اس کے منہ سے اس کی زبان باہر کھینچ لی۔ خون کا فوارہ ابل پڑا اور فوجی مر گیا۔

عنبر نے اس کے کپڑے اتار کر خود پہنے اور اسے جھاڑیوں میں پھینک کر آگے بڑھ گیا۔ اب اسے یہ معلوم کرنا تھا کہ مسلمان جاسوس شعیب کو قلعے میں کہاں قید کیا گیا ہے۔ وہ پہرے داروں کے لباس میں بڑے مزے سے ٹہلتا ہوا قلعے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے اندر آ گیا۔ یہاں دو دو کی ٹولیوں میں پہرے دار ٹہل رہے تھے وہ عنبر کو اپنا ہی ساتھی سمجھے۔

پہرے دار آپس میں مسلمان جاسوس کی باتیں کر رہے تھے۔ ان کی گفتگو سے پتہ چلا کر شعیب کو قلعے کے برج میں قید کیا گیا ہے۔ اس برج تک پہنچنے کے لیے جو سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ ان کے دروازے پر چار ہندو فوجی چوکس کھڑے تھے۔ ہندو کمانڈر نے انہیں تاکید کر رکھی تھی کر قیدی بھاگنے میں کامیاب نہ ہونے پائے کیونکہ کل صبح ہندو راجہ انند پال نے اپنے ہاتھوں سے اسے پھانسی چڑھانا تھا۔

عنبر کو کوئی ایسی ترکیب نہیں سوجھ رہی تھی جس پر عمل کر کے وہ پہرے دار فوجیوں کو بے وقوف بنا سکتا۔

اسے اپنی تو کوئی فکر نہ تھی خدشہ صرف اس بات کا تھا کر پہرے داروں کے خبر دار ہو جانے سے مسلمان جاسوس شعیب کو نکال لے جانا مشکل ہو جاتا۔ آخر عنبر کو ایک ترکیب سوجھ گئی۔

وہ پہرے دار فوجیوں کے سامنے چلا گیا اور کڑک کر بولا،

"دروازہ کھولو۔ میں کمانڈر کے حکم پر قیدی سے آخری بار پوچھ گچھ کرنے آیا ہوں۔"

پہرے دار اس کے لہجے سے مرعوب ہو گئے ایک نے کہا،

"آپ کے پاس اجازت نامہ تو ہو گا۔"

عنبر نے گرج کر کہا،

"بکواس مت کرو۔ میں راجہ انند پال کا خاص محافظ ہوں، تمہیں کھڑے کھڑے نوکری سے نکلوا دوں گا۔"

یہ دھمکی سن کر پہرے دار گھبرا گئے۔ انہوں نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور کہا،

"جناب تشریف لے جایئے۔"

پہرے دار یہ سمجھ رہے تھے کر قلعے کے بیرونی دروازے کے کڑے پہرے میں اندر آنے والا اپنا ہی آدمی ہو گا۔

عنبر اکڑتا ہوا دروازے میں داخل ہو کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اوپر برج میں ایک دبلا پتلا نوجوان زنجیروں سے جکڑا پڑا تھا۔ اس کے گول روشن والے چہرے پر چھوٹی چھوٹی بھوری داڑھی بڑی خوبصورت لگ رہی تھی۔

عنبر نے کہا،

"کیا تم ہی مسلمان جاسوس شعیب ہو؟"

شعیب نے بڑے فخر سے گردن اکڑا کر کہا،

"ہاں میں ہی وہ آنکھ ہوں جس سے محمود غزنوی، غزنی میں بیٹھا ہونے کے باوجود لاہور کو دیکھ سکتا ہے۔ ایسی سینکڑوں آنکھیں ہیں تم کس کس کو پھوڑو گے۔ بکو کتنے کس لیے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آتے ہو؟"

عنبر کو مفت میں گالی پڑ گئی۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا:

"دوست ــــ میں مسلمان ہوں اور تمھیں اس قید سے آزاد کرانے آیا ہوں۔"

شعیب نے فرش پر تھوک کر کہا:

"ہونہہ ــــ میں بے وقوف نہیں ہوں۔ تم تشدد کر کے مجھ سے میرے ساتھیوں کے پتے نہیں اگلوا سکے اب یہ چال چلنے لگے ہو؟"

یہ نئی مصیبت آن پڑی تھی۔ شعیب اسے دشمن سمجھ رہا تھا۔ عنبر نے اسے بڑی مشکل سے یقین دلایا کہ وہ اس کا ہمدرد ہے۔

عنبر نے کہا:

"تم میرے پہرے داروں والے کپڑے پہن لو اور یہاں سے نکل جاؤ۔ تمہارے بدلے میں مَیں اس کوٹھڑی میں رہوں گا۔"

شعیب نے کہا:

"کیوں تم یہاں کس لیے رہو گے ہم دونوں اکٹھے چلیں گے۔"

عنبر بولا:

"پاگلوں والی باتیں مت کرو۔ میں اکیلا اوپر آیا تھا اگر ہم دونوں نیچے گئے تو پہرے دار سب سمجھ جائیں گے، جاؤ چلے جاؤ دیر مت کرو۔"

شعیب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عنبر اس کے لیے اپنی جان دے رہا تھا اس نے کہا:

"میرے بھائی ــــ تم میرے لیے بہت بڑی قربانی دے رہے ہو۔"

اب عنبر اسے کیسے سمجھاتا کہ وہ تو مر نہیں سکتا اس نے کہا:

"وقت کم ہے جلدی سے نکل جاؤ۔ شمشان گھاٹ کے دروازے کے راستے قلعے سے نکل جانا۔ اور محمود غزنوی کو ساری اطلاعات پہنچا دو۔"

شعیب نے عنبر کا ماتھا چوم کر اسے گلے لگایا اور کپڑے بدل کر برج سے نیچے اترنے لگا۔ پہرے دار اسے دیکھ کر تن کر کھڑے ہو گئے۔ شعیب نے ٹوپی سر پر آگے جھکا رکھی تھی جس کی وجہ سے اس کا چہرہ صحیح طرح نظر نہ آتا تھا۔ ایک فوجی نے کہا:

"کیوں جناب ــــ اس شودر کے بچے نے کچھ بتایا؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

شعیب نے کڑک کر کہا:

"وہ حرامی کل پھانسی کے تختے پر بتائے گا۔ ان سب مسلمانوں کو پھانسی دے دینی چاہیے۔"

فوجی خوش ہو گئے۔ شعیب بڑی کامیاب اداکاری کر رہا تھا۔ وہ اکڑتا ہوا وہاں سے چل دیا اور شمشان گھاٹ والے راستے سے قلعے سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور اسی رات پشاور کی طرف روانہ ہو گیا جہاں محمود غزنوی موجود تھا!!

○

طوفانی دیوتا

ادھر اگلی صبح جب ہندو کمانڈر برج میں آیا تو شعیب کی جگہ عنبر کو دیکھ کر چکرا گیا۔ اس نے تلوار کھینچ لی اور لہرا کر کہا:

"کون ہو تم؟"

عنبر نے بڑے اطمینان سے کہا:

"میں بھوت ہوں اور جب چاہوں شکل بدل سکتا ہوں۔"

ہندو کمانڈر نے عنبر کے منہ پر زور دار تھپڑ مارا اور گرج کر کہا:

"تم الو کے پٹھے جھوٹ بولتے ہو۔ ضرور تم نے پہرے داروں کے ساتھ مل کر قیدی کو بھگا دیا ہے اب میں تمہیں پھانسی پر لٹکا دوں گا۔"

ہندو کمانڈر کو یہ فکر پڑ گئی کہ اگر راجہ آنند پال کو مسلمان جاسوس کے فرار ہونے کی اطلاع مل گئی تو وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ہندو کمانڈر کی بہتری اسی بات میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی کہ قیدی کے بھاگنے کی خبر دبا دے اور عنبر کو ہی مسلمان جاسوس شبیب بنا کر پھانسی پر لٹکا دے۔ عبرت برج کے دروازے پر پہرہ دینے والے چار فوجی شبیب کی شکل پہچانتے تھے۔ ہندو کمانڈر نے انہیں باری باری بلا کر قتل کر دیا اور عنبر کو زنجیروں میں جکڑ کر پھانسی والے چوک کی طرف روانہ ہو گیا۔

پورے لاہور میں یہ خبر پھیل چکی تھی کہ آج صبح ایک مسلمان جاسوس کو پھانسی دی جائے گی۔ ہندو سڑک کے دونوں طرف کھڑے نعرے مار رہے تھے۔ وہ عنبر پر پھلوں کے چھلکے اور گندے انڈے پھینک رہے تھے۔ عنبر خاموش بیٹھا تھا وہ جانتا تھا کہ بہادر قومیں اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتی ہیں۔

یہ جلوس موت کے چوک میں پہنچ گیا۔ یہاں تختے جوڑ کر پھانسی گھر بنایا گیا تھا۔ راجہ انند پال اپنی رانی کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے ساتھ پنڈتوں اور پجاریوں کا ہجوم تھا۔ عنبر کو کالا کرتہ پہنا دیا گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے اور ہندو راجہ نے عنبر کے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈال کر نیچے سے تختہ کھینچ دیا۔

رسی ایک دم تن گئی اور عنبر اس میں جھولنے لگا۔

سارے ہندو "راجہ انند پال زندہ باد" کے نعرے لگا رہے تھے۔ عنبر نے جان بوجھ کر اس طرح ہاتھ پاؤں مارے جیسے جان نکل رہی ہو پھر اس نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔ راجہ انند پال نے اعلان کیا۔

"مسلمان جاسوس کی لاش تین دن تک اسی چوک میں لٹکی رہے گی تا کہ دوسروں کو عبرت ہو۔"

ہندو نعرے مارتے منتشر ہونے لگے۔ ہندو کمانڈر نے دو فوجیوں کو چوک میں پہرے پر مقرر کر دیا کہ کوئی اور مسلمان جاسوس کی لاش اتار کر نہ لے جائے۔ باقی سارے فوجی چلے گئے۔ رات ہو گئی تو عنبر نے آنکھیں کھولیں۔ چوک ویران پڑا تھا پہرے دار فوجی اونگھ رہے تھے۔ عنبر نے گردن سے رسی کھولنا شروع کر دی۔

اسی وقت ایک فوجی نے اتفاقاً سر اٹھایا تو اس کی نظر عنبر پر پڑ گئی۔ اس کا منہ کھل گیا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا یہ کیا ہو رہا ہے۔ "لاش" جو دن بھر پھندے سے لٹکی رہی تھی۔ اب پھندہ کھول رہی تھی۔ فوجی پہرے دار نے آنکھیں مل کر دیکھا کہ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا لیکن آنکھیں ملنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ فوجی تو کانپنے لگا اس نے دوسرے سے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اے ہوہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے ہائے میرے بھگوان مردہ زندہ ہو گیا ہے۔"

دوسرے فوجی نے اسے لات ماری اور کہا،

"کیا بکتا ہے۔ مردہ کس طرح زندہ ہو سکتا ہے۔ سالے نے نیند خراب کر دی۔"

عنبر اس دوران پھندہ کھول چکا تھا۔ پہلا فوجی پہریدار تو چیخیں مارتا بھاگ نکلا۔ دوسرا اٹھ بیٹھا اس کی نگاہ جب عنبر پر پڑی تو دنگ رہ گیا۔ مگر یہ فوجی ذرا بہادر تھا۔ وہ سمجھا شاید پھندہ ڈھیلا رہ گیا تھا تبھی یہ زندہ بچ گیا ہے۔ اس نے خنجر نکال لیا اور عنبر پر حملہ کر دیا۔ اس کا خنجر کے سر پر پڑا۔

پہرے دار کا ہاتھ جھنجھنا اٹھا۔ خنجر کی نوک ٹیڑھی ہو گئی

عنبر نے کہا:

"چلو اب تم بھاگ جاؤ۔"

اگر وہ بدبخت فوجی عنبر کی بات مان لیتا تو اس کی جان بچ جاتی مگر اس نے خنجر عنبر کے پیٹ میں دے مارا۔

عنبر نے کہا،

"ٹھیک ہے اگر تم مرنا چاہتے ہو تو مر جاؤ۔ چلو شاباش

مر جاؤ۔"

عنبر نے پہرے دار سے خنجر چھین کر منہ میں دبا لیا اور لمبے کمر سے پکڑ کر زمین پر دے مارا اور اس کی گردن پر کسی ہاتھی نے پاؤں رکھ دیا ہو۔ اس کا سانس بند ہو گیا۔ وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگا مگر عنبر کے پاؤں تلے سے نہ نکل سکا اور اس نے دم توڑ دیا۔ عنبر نے اس کی لاش وہاں چھوڑی اور ایک طرف چل دیا۔

○

اب ہم عقرب جادوگر کے پاس چلتے ہیں۔

وہ تاریک قبر میں سر پکڑے بیٹھا تھا۔ اس کا سارا جادو بے کار ہو چکا تھا۔ وہ پریشانی کی حالت میں ٹہلنے لگا پھر اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا،

"اے قبرستانی قلعے کے محافظ ڈھانچے — سن لے کہ میرا استاد بہت بڑا جادوگر ہے اگر تو نے مجھے رہا نہ کیا تو وہ تیری بنسی بجا دے گا۔ سن — میں وعدہ کرتا ہوں کہ آتشی بلی لیے بغیر قبرستان سے نکل جاؤں گا۔"

عقرب جادوگر کی اس بات کے جواب میں قبر میں ایک ہنسی خیز قہقہہ گونجا — یہ طنزیہ قہقہہ سن کر عقرب جادوگر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا خون کھول اٹھا۔ وہ زمین پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گیا اور منتر پڑھنے لگا پھر اس نے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور منہ چھت کی طرف کر کے چلایا:

"اے شداد جادوگر۔ تیرا شاگرد مشکل میں پھنسا ہے اس کی مدد کے لیے آ۔"

ایک دھماکہ ہوا اور تیز گڑگڑاہٹ کے ساتھ قبر میں چکا چوند روشنی پھیل گئی۔ اس روشنی میں شداد جادوگر کا چہرہ ابھرا۔

اس نے کہا:

"میرے خاص شاگرد۔ میں جانتا ہوں تو بہت بڑی مشکل میں پھنس چکا ہے۔ اس قبرستانی ڈھانچے کا جادو بہت اثر والا ہے۔ میں اسے نہیں توڑ سکتا مگر فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں ابھی جزیرے کی چڑیل کے پاس جاتا ہوں وہ اس قبرستانی ڈھانچے سے نبٹ سکتی ہے"

شداد جادوگر کا چہرہ غائب ہو گیا۔ عقرب جادوگر کی اب تسلی ہو گئی کہ اس کا استاد کچھ بہتر ہی کرے گا۔ وہ قبر میں ایک طرف بیٹھ گیا۔ اور تیزی سے جادو کے منتر پڑھنے لگا۔

ادھر شداد جادوگر سیدھا قبرستانی چڑیل کے پاس پہنچ گیا یہ بڑی خوفناک چڑیل تھی اس کے چھ چہرے تھے اور ہر

چہرے پر چھ آنکھیں تھیں۔ تمام سروں کے بال کانٹوں کی طرح سیدھے کھڑے تھے۔ اس کی ہر آنکھ سے سرخ رنگ کی شعاعیں خارج ہو رہی تھیں۔ اس کے تمام چہروں سے ہاتھی جیسے لمبے دو نوکیلے دانت نکلے ہوئے تھے اور گلوں میں انسانی کھوپڑیوں کے ہار پڑے تھے۔

قبرستانی چڑیل اس وقت دانت کھٹکھٹاتے ہوئے ایک مردے کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہی تھی۔ اس کے منہ خون سے لتھڑے ہوئے تھے۔ شداد جادوگر کو دیکھ کر اس نے سارے منہ کھول کر ایسی ہولناک چیخ ماری کہ قبرستان تھرا اٹھا۔ شداد جادو فوراً سجدے میں گر گیا اور گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگا:

"اے عظیم قبرستانی چڑیل ـــ میں تیرا غلام شداد جادو مدد چاہتا ہوں۔ میرے شاگرد عقرب جادوگر کو قبرستانی ڈھانچے نے قبر میں قید کر دیا ہے۔ تو میری مدد کر اور اسے قید سے نکال۔ تیری طاقت ہی قبرستانی ڈھانچے کا مقابلہ کر سکتی ہے۔"

قبرستانی چڑیل مردے کو پرے پھینک کر کھڑی ہو گئی۔ پھر وہ چیخ مارتے ہوئے زمین سے کئی فٹ اچھلی اور کہا:

"شداد جادو۔ تیری ماں میری سہیلی تھی۔ میرا فرض ہے کہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تیری مدد کروں میں قبرستانی ڈھانچے کو فنا کر دوں گی۔"

قبرستانی چڑیل نے اپنا صندوق کھول کر دس ہزار سال پرانے مردے کی زندہ کھوپڑی نکالی۔ اس پر دس جوتے مارے اور سامنے رکھ کر بڑبڑانے لگی۔ منتر پڑھتے ہوئے قبرستانی چڑیل سینے پر ہاتھ مار مار کے ناچ رہی تھی۔ غار میں ایک طوفان سا آیا ہوا تھا پھر چڑیل نے اپنے لبادے سے خنجر نکالا اور اپنا ایک سر کاٹ دیا۔

شداد جادوگر تو کانپ اٹھا اس نے ایسا بھیانک منظر پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ چڑیل کے کٹے ہوئے سر اور گردن سے خون کے فوارے ابل رہے تھے۔ اس نے اپنے باقی پانچوں منہ سے منتر پڑھتے ہوئے کٹا ہوا سر، دس ہزار سال پرانے مردے کی زندہ کھوپڑی کے اوپر رکھ دیا۔ کھوپڑی خون میں نہا گئی اور اس کا رنگ بدلنے لگا۔

پہلے سرخ پھر کالا اور آخر میں نیلا ہو گیا۔ کھوپڑی کی آنکھوں میں چمک آ گئی اور دیدے گھومنے لگے۔ اس کے منہ سے کالے رنگ کی زبان نکل آئی۔ قبرستانی چڑیل نے لپک کر اس زبان کو چوم لیا پھر اس پر جوتا مار کر بولی:

"اے دس ہزار سال پرانے مردے کی جوتے کھانے والی کھوپڑی۔ میں اس قبرستان کے ڈھانچے کو فنا کر دینا چاہتی ہوں۔"

کالی زبان ملی اور منمناتی ہوئی ایسی آواز آئی جیسے کوئی گہرے کنوئیں سے بول رہا ہو۔

اس آواز نے کہا،

"قبرستانی چڑیل — تم پر شیطان اعظم کی رحمتیں نازل ہوں۔ اس قبرستان کے ڈھانچے کو مارنے کے لیے ضروری ہے کسی ایسے انسان کی آنکھیں حاصل کی جائیں جو ایک سو انسانوں کا خون پی چکا ہو۔ ان کو میرے منہ میں ڈالنے کے بعد تمہارے جادو میں ایسی طاقت پیدا ہو جائے گی کہ تم قبرستانی ڈھانچے کا مقابلہ کر سکو گی۔"

چڑیل نے پاؤں زمین پر مارا اور شیطانی قہقہہ لگا کر کہنے لگی،

"ایسا انسان کہاں مل سکتا ہے؟"

دس ہزار سال پرانے مردے کی زندہ کھوپڑی کی زبان پھر ہلنے لگی اور آواز آئی،

"اس تاریک جزیرے کے شمال میں آدم خور وحشیوں کی بستی ہے وہاں شاید ایسا انسان موجود ہو۔"

قبرستانی چڑیل نے اپنا کٹا ہوا سر کھوپڑی سے اٹھا کر اپنی گردن پر رکھ لیا۔ فوراً خون بہنا بند ہو گیا اور سر گردن سے جڑ گیا۔ زندہ کھوپڑی کی آنکھوں سے چمک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

غائب ہو گئی اور زبان اندر چلی گئی۔ چڑیل نے کھوپڑی اٹھا کر واپس صندوق میں رکھی اور شداد جادو کی طرف مڑ کر چیخی :

"سن لے تو نے ___ جا پہلے سو انسانوں کا خون پینے والے آدمی کی آنکھیں نکال کر لا۔"

یہ کہہ کر چڑیل نے ایسی بھیانک چیخ ماری کہ شداد جادو لرز اٹھا۔ قبرستانی چڑیل اب دوبارہ مردے کا گوشت کھانے لگی تھی۔ شداد جادو غار سے باہر نکل آیا اور اسی وقت آدم خوروں کے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا۔

پراسرار جنگل میں عجیب روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ شداد جادو آدم خوروں کی بستی کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے دور ہی سے دیکھا کہ ایک لمبے بانس پر سفید بکرے کی کھوپڑی ٹنگی ہوئی ہے۔ اس بستی کے آدم خور بکرے دیوتا کو پوجتے تھے۔ انہوں نے سفید بکرے کا ایک بہت بڑا بت بنا رکھا تھا جس کے سامنے وہ ہر مہینے ایک آدمی کی قربانی پیش کرتے تھے۔

شداد جادو قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ بکرے کی بانس پر ٹنگی کھوپڑی ہلنے لگی ہے۔ وہ رک گیا۔ اس نے اپنی زندگی میں ایسی کئی جادوگریاں دیکھی تھیں۔ وہ خود

کھوپڑیوں کو ہلا تو کیا چلا اور اڑا سکتا تھا۔ اس لیے وہ خوف زدہ نہ تھا۔ شداد جادوگر نے بکرے کی کھوپڑی پر پھونک ماری۔ کھوپڑی کے منہ سے جبیں جبیں کی آواز نکلی اور وہ زمین پر گر کر جل گئی۔ شداد جادو بستی میں آ گیا۔ آدم خور وحشیوں نے جب اسے دیکھا تو مارے خوشی کے ناچنے لگے۔

ہو۔ ہو۔ ہو۔ وحشی چیخیں مار رہے تھے پھر وحشیوں کے سردار نے بکرے کے بت کی طرف جھک کر کہا:

"اے بکرے دیوتا ___ تیرا شکریہ۔ تو نے اپنے پوجنے والوں کو ایسا عمدہ شکار بھیجا۔"

سردار کی بیوی نے چٹخارہ لے کر کہا:

"واہ ___ مزا آ جائے گا۔ میں نے بہت دنوں سے کسی انسان کی ہڈیاں نہیں چبائی ہیں آج میری یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ پہلے میں اس کی شہ رگ سے منہ لگا کر خون کے گھونٹ پیوں گی۔ ہائے گرم اور لذیذ خون۔"

سردار نے اپنا نیزہ سر پر گھما کر چیخ ماری۔ سارے وحشی خاموش ہو گئے۔

سردار نے کہا:

"بکرے دیوتا کے پجاریو! قربانی کی تیاری کی جائے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نیک کام میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔"

وحشیوں نے فوراً میدان میں لکڑیاں جمع کر کے انہیں آگ لگا دی تاکہ آگ پر شداد جادو کا گوشت بھون کر کھایا جائے۔ پھر سردار خنجر ہاتھ میں لیے ناچتا ہوا شداد جادو کا سر کاٹنے آگے بڑھا۔ شداد جادو نے فوراً جادو پڑھ کر پھونکا۔ اگلے لمحے اس کی شکل ایک بھیانک دیوتا ایسی ہو گئی۔

اس کا قد درختوں سے بھی اونچا ہو گیا۔ سر پر سینگ اُگ آئے۔ ہاتھوں میں دو کٹے ہوئے سر آ گئے جن سے خون کی دھاریں زمین پر گر رہی تھیں۔ اور وہ منہ کھولے چیخیں مار رہے تھے۔ دیوتا کے گلے میں زندہ سانپ لٹکے ہوئے پھنکار رہے تھے۔ وحشیوں نے جب اپنے سامنے بھیانک شکل والے دیوتا کو دیکھا تو لرز اٹھے۔ وہ سب سجدے میں گر گئے۔ شداد جادوگر ہنسا۔ اس کی ہنسی یوں تھی جیسے گرج رہے ہوں۔ اس نے کہا۔

"اے وحشیو! میں طوفانی دیوتا ہوں تم نے میرے ساتھ گستاخی کی ہے میں تمہیں کچا چبا جاؤں گا۔"

وحشی سردار نے سجدے میں پڑے پڑے گڑگڑا کر کہا:

"اے مقدس دیوتا۔ ہم سے بھول ہوئی۔ ہمیں معاف کر اور ہم پر اپنا عذاب نہیں رحمتیں نازل کر۔"

شداد جادوگر دل میں بڑا ہنسا۔ اس نے اپنی جادوگری سے وحشیوں کو قابو کر لیا تھا۔ اس نے گرج کر کہا:

"اٹھو بکرے دیوتا کے پجاریو! میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں کیونکہ بکرا دیوتا میرا وزیر خاص ہے میں کچھ دن تمہارے ساتھ رہ کر اپنی برکتیں تم پر نازل کروں گا۔ اٹھ جاؤ اور دیوتا کی آمد کا جشن مناؤ۔"

سارے وحشی ناچنے لگے۔ انہوں نے شداد جادوگر کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور طوفانی دیوتا زندہ باد کے نعرے ہوتے اسے بستی کی سب سے بڑی جھونپڑی میں لے گئے۔

شداد جادوگر اپنی مکاری سے وحشیوں کا دیوتا بن بیٹھا تھا۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قبرستانی ڈھانچے کی تباہی

وحشی دن رات شداد جادوگر کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ شداد جادوگر کو اس بستی میں رہتے ہوئے آج تیسرا دن تھا۔ اس دوران اس نے باتوں باتوں میں پتہ چلا لیا تھا کہ کس وحشی نے سب سے زیادہ انسانوں کا خون پیا ہے۔ وحشی سردار کی بیوی سب سے آگے تھی وہ اب تک ۹۰ انسانوں کی گردنوں سے منہ لگا کر ان کا خون پی چکی تھی۔

شداد جادوگر نے سردار کی بیوی کو بلایا اور کہا:

"سن ___ ہم طوفانی دیوتا ہیں۔ ہماری حکومت آکاش پر ہے۔ آکاش سے آئے ہمیں بہت دن ہو چکے ہیں اور اب ہم واپس جانا چاہتے ہیں، لیکن واپسی سے پہلے ہم اپنی کچھ طاقتیں اس قبیلے کے کسی فرد کو بخش کر اسے یہاں کا حکمران بنانا چاہتے ہیں۔ ہماری نظر میں تم وحشیوں کی ملکہ بننے کے لیے بہت مناسب ہو۔"

وحشی عورت کے پیلے پیلے خون آلود دانت نکل آئے

وہ خوش ہو رہی تھی۔ اس نے جھٹ شداد جادوگر کو سجدہ کر کے کہا:

"اے دیوتا۔ تیری مہربانی کہ تو نے مجھے اس قابل سمجھا۔ میری سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ میں وحشی ملکہ بن جاؤں۔"

شداد نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"ملکہ بننے سے پہلے تمہیں ہماری ایک شرط پوری کرنا پڑے گی۔ اس شرط کو پورا کر کے ہی تم غیبی طاقتیں حاصل کر سکو گی۔"

وحشی عورت نے ڈرا کہا:

"اے دیوتا۔ میں تیری غلام۔ تو حکم کر۔ میں ایک ہزار شرطیں پوری کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

شداد جادوگر نے ٹہلتے ہوئے بڑی عیاری کے ساتھ کہا:

"ہمارے وزیر خاص بکلا دیوتا نے رات آکاش سے ہمیں بتایا تھا کہ تم بیاسٹھ انسانوں کا خون پی چکی ہو لیکن ملکہ بننے کے لیے ضروری ہے کہ تم نے پورے ایک سو انسانوں کا خون پیا ہو۔"

وحشی عورت نے سجدہ کر کے پریشان لہجے میں کہا:

"اے دیوتا۔ مجھے انسانی خون پینے کا بڑا شوق ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مگر کیا کروں یہاں کبھی کبھار ہی شکار ہاتھ آتا ہے۔ باقی چالیس انسان میں کہاں سے لاؤں؟"

شداد جادوگر ٹہلتے ٹہلتے رک گیا۔ اس نے منہ چھت کی طرف اٹھا کر چیخ ماری اور کہا:

"پھر تو ملکہ نہیں بن سکتی — باقی چالیس انسانوں کا لہو پینا بہت ہی ضروری ہے۔"

وحشی عورت دیوتا کو غصے میں دیکھ کر گھبرا گئی۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی:

"میرے دیوتا۔ تم ہی بتاؤ میں کیا کروں۔ مجھ پر کرم کرو اور مجھے وحشیوں کی ملکہ بنا دو۔"

شداد جادوگر نے مکاری سے کہا:

"ہوں۔ ایک ہی راستہ ہے تم اپنی بستی کے چالیس افراد کا خون پی جاؤ۔ میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں تم روزانہ چار وحشیوں کا خون پی جایا کرنا۔"

وحشی عورت خوش ہو گئی۔ اس نے سجدے میں گر کر کہا:

"تیرا شکریہ — میں ساری زندگی تیری پجاری بن کر عبادت کروں گی بس مجھے ملکہ بنا دو۔"

شداد جادوگر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ وہ

جس مقصد کے لیے یہاں آیا تھا وہ پورا ہو رہا تھا۔ وحشی عورت تو بلا کی خون پینے والی نکلی۔ اس نے پہلے دن ہی چھ وحشیوں کو مار کر شہ رگ سے ان کا سارا خون پی لیا اور لاشیں ایک گڑھے میں پھینک دیں۔ دوسرے دن بھی یہی ہوا تو وحشیوں کی بستی میں خوف پھیل گیا۔ وہ اپنے دیوتا یعنی شداد جادوگر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

"مقدس دیوتا۔ ہمارے ساتھی پر اسرار طریقے سے غائب ہوتے جا رہے ہیں۔"

شداد نے کہا:

"مجھے سب معلوم ہے۔ یہ دیوتاؤں کی مرضی ہے خبردار اس میں دخل مت دو ورنہ اس بستی پر آگ اور پتھروں کی بارش ہو گی اور کوئی نہ بچے گا۔"

وحشی خوف زدہ ہو کر چلے گئے۔ شداد جادوگر نے وحشی عورت کو بلا کر خوب شاباش دی اور کہا:

"اسی طرح خون پیتی رہو۔ میں تم پر رحمتوں کی بارش کر دوں گا۔"

اگلے دن تو وحشی عورت نے حد کر دی۔ پورے آٹھ وحشیوں کا خون پی گئی۔ چند ہی دن میں اس نے پورے ایک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سو انسانوں کا خون پی لیا اور شداد جادوگر کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا:

"میرے دیوتا — میں نے شرط پوری کر دی ہے۔ اب مجھے ملکہ بنا دو اور پر اسرار غیبی طاقتیں عنایت کرو۔"

وحشی عورت کے بھدے بھدے ہونٹ خون آلود تھے۔ چہرہ انتہائی خوف ناک ہو رہا تھا اور اس پر لعنت و خباثت برس رہی تھی۔

شداد جادوگر بڑا خوش تھا۔ اس کا بڑا اہم کام پورا ہو گیا۔ اس نے کہا:

"شاباش۔ تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم میری سچی پجارن ہو اور یقیناً ملکہ بننے کے قابل ہو۔"

یہ کہہ کر شداد جادوگر نے مٹکے سے پانی لے کر اس پر پھونک ماری اور کٹورہ وحشی عورت کی طرف بڑھا کر بولا:

"اسے پی جاؤ۔ یہ پانی نہیں آبِ حیات ہے۔"

وحشی عورت ندیدوں کی طرح پانی پی گئی۔ پانی پیتے ہی وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ شداد جادوگر نے پانی پر جادو کر رکھا تھا۔ اس نے فلک شگاف قہقہہ لگایا اور کہا:

"میرا مقصد پورا ہو گیا۔ ہا ہا ہا۔ اب قبرستانی ڈھانچے کو مرنا ہی پڑے گا۔ ہا ہا ہا۔"

شداد جادوگر کا قہقہہ سناٹے میں یوں گونجا جیسے سیکڑوں بھوتوں نے رونا شروع کر دیا ہو۔ شداد جادوگر خوشی سے نہال تھا۔ اسے بہت بڑی کامیابی حاصل ہو چکی تھی۔ اس نے وحشی عورت کو کندھے پر ڈالا اور جادو کے زور سے ہوا میں اڑتا ہوا قبرستانی چڑیل کے پاس آ گیا اور کہا:

"عظیم قبرستانی چڑیل — تیرا خادم حاضر ہے۔ یہ عورت ایک سو انسانوں کا خون پی چکی ہے۔"

چڑیل نے قہقہہ لگایا اور اچھلتے ہوئے چنگھاڑی:

"اب تیرا کام ہو جائے گا۔"

اس نے ہوا میں پھونک ماری تو ایک بڑی چمگادڑ نمودار ہوئی۔ چمگادڑ وحشی عورت پر جھپٹ پڑی۔ اس نے اپنے پنجے وحشی عورت کی گردن میں گاڑ دیئے اور خون پینے لگی۔ وحشی عورت کو ہوش آ گیا۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی چمگادڑ کو اتارنے کی کوشش کرنے لگی لیکن چمگادڑ اس کی گردن میں دانت پیوست کیے دھڑا دھڑ خون پیئے جا رہی تھی۔

وحشی عورت پر غنودگی طاری ہونے لگی اور وہ زمین پر گر پڑی۔ چمگادڑ اس کے جسم سے خون کا آخری قطرہ تک چوس گئی۔ اس کا رنگ لٹھے کی طرح سفید ہو گیا تھا۔ اور آنکھیں باہر کو نکل آئی تھیں۔ وحشی عورت دوسرے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انسانوں کا خون پیتی تھی آج اس کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا تھا۔ چڑیل نے چمگادڑ کو پکڑ کر پنجرے میں بند کر دیا اور کہا،

"ابھی میں اس چمگادڑ کو ابال کر اس کی یخنی بنا کر پی جاؤں گی:"

چڑیل نے چاقو سے وحشی عورت کی آنکھیں نکال لیں۔ آنکھوں سے محروم وحشی عورت کی لاش بڑی بھیانک لگ رہی تھی۔ قبرستانی چڑیل نے صندوق سے دس ہزار سال پرانے مردے کی کھوپڑی نکال کر آنکھیں اس کے منہ میں ڈال دیں اور منتر پڑھا۔ مردے کی کھوپڑی نے پچر پچر کر کے دونوں آنکھیں کھا لیں پھر اپنی کالی زبان ہلا کر کہا،

"صندوق کے نیچے زمین کھودو۔ وہاں ایک مالا پڑی ہوگی اسے اٹھا کر فضا میں پھینک دو اور تماشا دیکھو:"

قبرستانی چڑیل نے خوشی سے قلقاری مارتے ہوئے دس جوتیاں کھوپڑی کے سر پر ماریں اور صندوق پرے ہٹا کر اپنے نوکیلے پنجوں سے زمین کھود کر سبز رنگ کے موتیوں والی مالا نکال لی۔ اس مالا کے موتی بندر کی شکل سے مشابہ تھے۔ چڑیل نے مالا فضا میں اچھال دی۔ مالا نیچے گرنے کی بجائے ہوا میں معلق ہو گئی۔

مالا کے موتیوں کا رنگ بدلنے لگا اور سرخ ہو گیا۔ دس ہزار سال پرانی کھوپڑی کی زبان ہلنے لگی تھی۔ شوں شوں کی تیز آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ کسی نامانوس زبان میں بول رہی تھی۔ اسی وقت مالا کے گولے میں قبرستانی ڈھانچے کی شکل نظر آئی۔ وہ چیخ رہا تھا۔ اس کی گردن کو آگ لگی ہوئی تھی اور زبان باہر کو نکلی ہوئی تھی۔ کھوپڑی نے اچھلتے ہوئے کہا،

"یہ آگ تمہیں جلا کر چھوڑے گی۔ قبرستان تمہارے نحوس وجود سے ہمیشہ کے لیے پاک ہو جائے گا:"

دیکھتے ہی دیکھتے قبرستانی ڈھانچہ جل کر خاک ہو گیا۔ شداد جادوگر اور چڑیل قہقہے لگانے لگے۔

ادھر قبرستانی ڈھانچے کے مرتے ہی عقرب جادوگر والی قبر لٹو کی طرح گھومتی ہوئی اوپر آنے لگی۔ عقرب جادوگر سمجھ گیا کہ استاد شداد جادوگر اپنا کام دکھا گیا ہے۔ قبر گھومتی ہوئی اوپر آ گئی اور عقرب جادوگر اس میں سے نکل کر زمین پر آ گیا۔ قبرستان میں قبروں کے سرہانے بنے بت ٹوٹ کر بکھر چکے تھے۔ عقرب جادوگر قلعے کی طرف بڑھنے لگا۔

یہ مہینے کا آخری دن تھا۔ اگر عقرب جادوگر شام ہونے سے پہلے پہلے واپس اپنے مندر میں پہنچ کر ماریا کا سر منڈ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیتی تو اس کی جان بچ جاتی تھی۔ اس نے سوچا قلعے سے آتشی بلی نکال کر واپس جانا چاہیے۔ عقرب جادوگر چلا جا رہا تھا کہ اچانک اس کے سامنے شداد جادوگر آ کھڑا ہوا۔

عقرب اپنے استاد کے قدموں میں گر پڑا۔

شداد نے اسے اٹھا کر کہا،

"تمہاری خاطر مجھے بہت دور سے آنا پڑا۔ میں ایک خاص منتر ادھورا چھوڑ کر آیا تھا اب واپس جاتا ہوں۔ خدائے سامری تمہارا نگہبان ہو۔"

شداد جادوگر چلا گیا۔ عقرب جادوگر قلعے میں آ گیا۔ قلعے کے صحن میں ایک کالی بلی بیٹھی نہ جانے کیا نوچ نوچ کر کھا رہی تھی۔ اس کی چمکیلی آنکھیں بڑی ڈراؤنی معلوم ہو رہی تھیں۔ عقرب جادوگر کو دیکھ کر وہ میاؤں میاؤں کرتی بھاگ گئی۔ عقرب جادوگر نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ بلی ایک بچا ہوا انسانی بازو چھوڑ کر بھاگی تھی۔

عقرب جادوگر قلعے کی ڈیوڑھی سے گزر کر دالان میں آ گیا۔ دالان میں گرد جمی ہوئی تھی۔ اس سے نکل کر وہ ایک بڑے کمرے میں آیا۔ یہاں ایک بہت بڑی بلی کا مجسمہ بنا ہوا تھا جس کے قدموں میں ایک دروازہ تھا۔ عقرب جادوگر نے جھانک کر دیکھا سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔

گہری تاریکی تھی۔ عقرب جادوگر سنبھل سنبھل کر سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے جا رہا تھا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ ایک تنگ سی سرنگ نما راستے پر چلنے لگا۔ ذرا آگے جا کر چند اور سیڑھیاں آئیں جن کے اختتام پر ایک دروازہ تھا۔ اس دروازے سے گزر کر عقرب جادوگر ایک کمرے میں پہنچا۔ یہاں دیوار میں ایک گڑھا سا بنا تھا۔ جس میں خوف ناک چہرے والی عورت کا بت پڑا تھا۔ اس بت کی گود میں آتشی بلی کا مجسمہ پڑا تھا بلی کا رنگ سرخ تھا اور یہ مٹی سے بنی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایسے یاقوت لگے ہوئے تھے جو اندھیرے میں چمک رہے تھے اور یوں لگتا تھا جیسے بلی اپنی آنکھوں سے اسے گھور رہی ہے۔ عقرب جادوگر کی منزل سامنے تھی۔ اسی بلی کو حاصل کرنے تو وہ یہاں پہنچا تھا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر آتشی بلی اٹھا لی۔ ایک لمحہ کمرہ لرز اٹھا۔ اسی وقت کالی بلی نجانے کہاں سے نمودار ہوئی وہ اچھل کر عقرب جادوگر کے سر پر بیٹھ گئی۔ اور بچھو کو جھنجھوڑنے لگی۔ وہ اپنے پنجوں سے بچھو کو مارنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ بچھو اپنا ڈنک ہلا رہا تھا مگر ابھی تک اسے حملہ کرنے کی مہلت نہ ملی تھی۔ بلی نے بچھو کو مار کر عقرب جادوگر کے سر سے گرا دیا۔ اور اس کا منڈا ہوا سر کھرچنے کی کوشش جب

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کرنے لگی۔ اگر عقرب جادوگر کوئی معمولی جادوگر ہوتا تو اس کا سر پھٹ جاتا اور بلی اس کا بھیجا کھا جاتی۔ اپنے پالتو بچھو کی لاش دیکھ کر عقرب جادوگر کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ وہ ہاتھ مار کر بلی کو سر سے گرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے جادو پڑھنا چاہا مگر یہ سوچ کر ڈر گیا کہ بلی پر جادو کیا تو سر بھی ساتھ ہی جادو کے اثر میں آ جائے گا۔

بڑی مشکل سے عقرب جادوگر نے بلی کو گرا کر پاؤں تلے کچل دیا۔ بلی بڑے ڈراؤنے انداز میں چیخی اور تڑپتی ہوئی مر گئی۔

عقرب جادوگر آتشی بلی کو بغل میں دبائے باہر کو بھاگا۔ قلعے سے نکل کر اس نے ساحل کی طرف دوڑ لگا دی جہاں وہ کشتی باندھ کر چھوڑ آیا تھا۔ کشتی اپنی جگہ موجود تھی۔ عقرب جادوگر نے رسہ کھولا اور دھکیل کر کشتی کو پانی میں ڈال کر اچک کر سوار ہو گیا اور چپو چلانے لگا۔ عقرب بڑا زبردست جادوگر تھا۔ وہ اپنے جادو کے زور سے ہوا میں اڑ سکتا تھا لیکن پانی کے اوپر اس کا اڑنے والا جادو بے اثر ہو جاتا تھا اس لیے وہ مجبوراً کشتی میں جا رہا تھا۔

کشتی تیزی کے ساتھ لہروں پر بہتی جا رہی تھی۔ یکایک کشتی کے پیچھے ایک بڑا سا بھنور نمودار ہوا۔ عقرب جادوگر یہ دیکھ کر گھبرا گیا۔ یہ بھنور اس بات کی نشانی تھی کہ کوئی مچھلی

یہاں ہے۔ اسی وقت پہاڑ جتنی ایک وہیل مچھلی سطح آب پر نمودار ہوئی۔ کشتی بڑی طرح ڈولنے لگی۔ عقرب جادوگر نے منتر پڑھنا شروع کیا مگر اس کا منتر ادھورا رہ گیا۔ مچھلی نے زور دار ٹکر سے کشتی کو الٹ دیا۔ عقرب پانی میں غوطے کھانے لگا۔

آتشی بلی اس نے بغل میں دبا رکھی تھی۔ وہیل مچھلی غوطہ لگا کر ابھری اس نے عقرب جادوگر کو سالم ہی نگل لیا اور دم ہلاتی پانی کے اندر غائب ہو گئی۔ یہ سارا بھیانک واقعہ بس ایک منٹ میں ہو گیا۔

عقرب جادوگر مچھلی کے پیٹ میں پہنچ چکا تھا اور ابھی تک اپنے جادو کی وجہ سے زندہ تھا۔ مچھلی کے معدے میں بڑی زہریلی گیس تھی جو اس کے دماغ پر اثر کر رہی تھی۔ عقرب جادوگر نے اپنے جادو سے سر کے گرد شیشے کا غلاف سا بنا لیا۔ اب وہ گیس سے محفوظ تھا مگر مچھلی کے پیٹ سے نکلنا ایک مسئلہ تھا۔

معدے کی سطح پر چلتا ہوا وہ مچھلی کے پسلیوں والے حصے میں آ گیا۔ یہ حصہ کسی بڑے گول کمرے ایسا تھا جس پر بڑی بڑی پسلیوں کی چھت پڑی ہوئی تھی۔ یہاں سے وہ سنبھل کر چلتا ہوا کمر میں آ گیا۔ یہاں بڑی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھسلن تھی۔ سامنے ہی وہیل مچھلی کی گردن کی بڑی بڑی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔ ان کے ساتھ جبڑا تھا جس کے اندر دونوں طرف باریک اور بڑے دانتوں کے دو دو فٹ پاتھ سے بنے ہوئے تھے۔

عقرب جادوگر نے منتر پڑھ کر پھونکا تو وہیل مچھلی کی گردن میں آگ لگ گئی اس نے گھبرا کر اپنا بھیانک منہ کھولا پانی کا ایک تیز ریلا اندر آیا۔ عقرب جادوگر اس ریلے سے بچتا ہوا کھلے منہ کے راستے سمندر میں آ گیا۔ وہیل مچھلی درد سے بے چین ہو کر پانی میں بجلی کی طرح لہراتی چلی جا رہی تھی۔ عقرب جادوگر پانی کی سطح پر آ گیا۔

وہ کنارے سے بہت دور آ چکا تھا۔ عقرب جادوگر کو اس خوف نے آ گھیرا کہ اگر وہ شام ہونے سے پہلے پہلے اپنے مندر میں پہنچ کر ماریا کے بال نہ کاٹ سکا تو مر جائے گا۔ اس نے آتشی بلی کو دم سے منہ میں دبوچ لیا اور پوری رفتار سے تیرنے لگا۔

شام ہونے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ جب وہ کنارے پر پہنچا، تھکن سے اس کا بُرا حال تھا۔

مگر آرام کرنا موت کا دوسرا نام تھا۔ وہ جادو کے زور سے ہوا میں بلند ہو کر اڑتا ہوا مندر کی طرف بڑھنے لگا ادھر ماریا کو پتھر کے ٹھنڈے تابوت میں ہوش آنا شروع ہو گیا تھا!!

O

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گنجا سپیرا اور سانپ

عقرب جادوگر کو دور سے اپنا مندر نظر آنے لگا۔ اب صرف دس منٹ باقی تھے۔ جادوگر کو اپنے جسم میں کمزوری محسوس ہو رہی تھی جیسے کسی نے اس کے جسم سے خون نچوڑ لیا ہو۔ اس کے اڑنے کی طاقت ختم ہو گئی۔ وہ زمین پر آ گرا۔ اچانک اس کی نظر اپنے ہاتھوں پر پڑی تو یہ دیکھ کر وہ کانپ اٹھا کہ گوشت جھڑنے لگا ہے اور نیچے سے ہڈیاں نمودار ہو رہی ہیں۔ موت منہ پھاڑے اس کی طرف چلی آ رہی تھی۔

عقرب جادوگر چیخیں مارتا گرتا پڑتا دوڑتا رہا پھر اسے زور دار ٹھوکر لگی وہ اچھل کر منہ کے بل گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ وقت پورا ہو چکا تھا۔ عقرب جادوگر کے سارے جسم سے گوشت جھڑ گیا۔ ہڈیوں کا استخوانی ڈھانچہ زمین پر پڑا تھا۔ صرف عقرب جادوگر کی آنکھیں زندہ تھیں اور بڑی بے بسی سے آسمان کی طرف تک رہی تھیں

اسی وقت فضا میں دو بھیانک گدھ نمودار ہوئے۔ بڑے بڑے پر ہلاتے ہوئے، اپنی لال منحوس آنکھوں اور لمبی چونچ کو کھول کر گدھ نیچے اترنے لگے۔ پھر ایک نے چونچ سے عقرب جادوگر کی ایک آنکھ ہڑپ کر لی اور دونوں گدھ دوسرے ڈیلے کے لیے آپس میں جھگڑنے لگے۔ آخر ایک گدھ نے دوسرے ڈیلے پر چونچ ماری اور اسے دبوچ کر ہوا میں اڑ گیا۔

فوراً ہی عقرب جادوگر کا ڈھانچے سے دھواں سا اٹھنے لگا اور ہڈیاں چٹختے ہوئے ٹکڑوں میں تقسیم ہونے لگیں اور وہ ہمیشہ کے لیے مر گیا۔ اس کے مرتے ہی آتشی بلی کے مجسمے میں جان پڑ گئی۔ اس نے میاؤں کی آواز کے ساتھ آنکھیں کھولیں۔ دم ہلاتی اور چھلانگیں لگاتی ہوئی گھنے جنگل کی طرف دوڑ کر غائب ہو گئی۔

عین اسی وقت ماریا پر کیا ہوا طلسم ٹوٹ گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں میں پھر سے طاقت آ گئی۔ ماریا پتھریلے تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کی غیبی طاقتیں جو سامری جادوگر کے جادو کی وجہ سے چھن چکی تھیں واپس آ گئی ہیں۔ ماریا نے آزمانے کے لیے پتھر کے تابوت پر مکا مارا تو تابوت دو ٹکڑے ہو گیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا خوش ہو گئی۔ اب وہ شعاع بن کر دیوار میں سے گزر سکتی تھی۔ ہوا میں اڑ سکتی تھی۔ مکا مار کر ہاتھی کی کھوپڑی توڑ سکتی تھی۔ وہ تابوت سے نکل آئی۔ اب اس کا جسم غیبی حالت میں تھا اور وہ کسی کو نظر نہیں آ سکتی تھی۔ ماریا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ ایک بھیانک شکل والی چڑیل کمرے میں داخل ہوئی۔

یہ وہی چڑیل تھی جسے عقرب جادوگر، مندر کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر آتشی بلی کو لینے گیا تھا۔ اس نے جب تابوت سے ماریا کو غائب دیکھا تو دل ہلا دینے والی چیخ ماری اور سینہ پیٹنے لگی۔ وہ بار بار اپنی زبان لپیٹ کر ناک پر مار رہی تھی۔ ماریا کچھ دیر دیوار کے ساتھ لگی چڑیل کو دیکھتی رہی پھر جب اسے تسلی ہو گئی کہ چڑیل اسے دیکھ نہیں سکتی تو وہ آگے بڑھی۔

اس نے دیوار کے ساتھ لٹکتی تلوار اتار لی۔ چڑیل نے جب تلوار کو غائب ہوتے دیکھا تو ہولناک انداز میں چیختی ہوئی دیوار کی طرف لپکی۔ ماریا نے دونوں ہاتھوں سے دستے کو پکڑ کر تلوار گھمائی۔ تلوار نے چڑیل کی گردن کاٹ دی۔ چڑیل تڑپتی ہوئی مر گئی۔ ماریا کمرے

سے نکل کر مندر کے دروازے کی طرف بڑھی۔

مندر کی دیوار میں سے شعاع بن کر گزرنے کے بعد ماریا کھلے جنگل میں آ گئی۔ اسی وقت مندر میں ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور پرانی عمارت کے پرخچے اڑ گئے۔

ماریا جنگل میں چلتی ہوئی ندی کے کنارے آ گئی جہاں دو مچھیرے کشتی کو رسے سے باندھ کر آرام کر رہے تھے۔ ماریا کنارے کی گیلی ریت پر کشتی کی طرف بڑھی تو گیلی ریت پر اس کے قدموں کے نشان بننے لگے۔ اچانک ایک مچھیرے کی نظر ان نشانوں پر پڑ گئی۔ اس کی تو آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے دوسرے کو کہنی سے ٹھوکا دے کر کہا:

"ابے۔ یہ پاؤں کے نشان کیسے بن رہے ہیں؟"

ماریا نے یہ سنا تو جان بوجھ کر آہستہ آہستہ ریت پر چلنے لگی۔ دوسرے مچھیرے نے ریت پر خود بخود پاؤں کے نشان بنتے دیکھے تو خوف سے زرد ہو گیا۔ اس نے کانپتی آواز میں کہا:

"ہے بھگوان۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟"

دونوں مچھیرے بری طرح ڈر گئے تھے۔ ماریا کو جو شرارت سوجھی تو اس نے قریب جا کر مچھیرے کے کان میں کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں اس جنگل کی بدروح ہوں۔ کیا میں تمہارا خون پی سکتی ہوں بڑی پیاس لگی ہے مجھے!"

مچھیرے کی تو چیخ نکل گئی۔ وہ اچھل کر پرے جا گرا اور پھر جو اٹھ کر بھاگا تو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ دوسرا مچھیرا بھی گھبرا کر بھاگ نکلا تھا۔ ماریا نے ہنستے ہوئے کشتی کھولی اور ندی میں دھکیل کر اس میں بیٹھ گئی۔ ندی بڑی آہستہ آہستہ بہہ رہی تھی۔ ماریا کشتی کو کھیلتی ہوئی جنگل سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

یہ ندی آگے جا کر ہندوستان کے مشہور دریا گنگا میں جا گرتی تھی۔

ایک دن اور ایک رات کے مسلسل سفر کے بعد ماریا دریا گنگا کی موجوں پہ سفر کرتی ہوئی نگر کوٹ کے کنارے پہنچ گئی۔ صبح کا وقت تھا۔ ساحل پر ہندو بھجن گاتے ہوئے نہا رہے تھے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ گنگا کے پانی میں نہانے سے سارے گناہ دھل جاتے ہیں اور آدمی بالکل پوتر ہو جاتا ہے۔

دھوتیاں باندھے نہاتے ہندوؤں نے جب کشتی دیکھی تو اس کی طرف دوڑے ایک نے کہا:

"ارے یہ خالی کشتی کہاں سے بہتی چلی آ رہی ہے؟"

ماریا تو ان کو نظر نہیں آ سکتی تھی وہ کشتی کو خالی سمجھ رہے تھے۔ ماریا کشتی سے اتر کر کنارے پر آ گئی۔ ایک موٹا ہندو ہری اوم ہری اوم۔ جے گنگا ماتا کی — کے نعرے لگاتا ہوا کشتی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شرارتی ماریا نے اس کا کان پکڑ کر مروڑ دیا۔ موٹا درد سے بلبلا اٹھا اس نے مڑ کر اپنے سوکھے سڑے نوکر کے منہ پر تھپڑ مارا اور غصے سے گرجا:

"الو کے پٹھے۔ یہ تم نے کیا کیا۔ میرا کان مروڑنے کی تمہیں جرأت کیسے ہوئی؟"

نوکر نے کانپتے ہوئے کہا:

"حضور — مائی باپ۔ میری کیا مجال کہ آپ کے کان کو ہاتھ بھی لگاؤں۔ حضور کو غلط فہمی ہوئی ہے"

موٹے ہندو نے نوکر کو ایک اور تھپڑ جڑ دیا اور کہا:

"احمق۔ گدھا۔ الو کی دم۔ کیا تیرے باپ کی روح نے میرے کان کو مروڑا تھا۔ جھوٹا کہیں کا!"

نوکر بے چارہ اپنا منہ لے کر رہ گیا۔ اس نے مزید کچھ نہ کہا کیونکہ خدشہ تھا کہ موٹا ہندو پھر مارنا نہ شروع کر دے۔ ماریا نے آگے بڑھ کر موٹے ہندو کے کان میں کہا:

"موٹے۔ سور کی اولاد۔ تمہارے گوشت کے کباب بڑے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مرنے والے نہیں گے "

موٹا ایک دم اچھل پڑا اور آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا کہ یہ کس نے کہا ہے جس عورت کی آواز اسے سنائی دی تھی وہ اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے اپنے نوکر کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"تم نے عورت کی آواز سنی تھی؟"

نوکر نے حیرت سے اپنے مالک کی طرف دیکھا۔ وہ حیران تھا کہ آج موٹا مالک کیسی باتیں کر رہا ہے پہلے کان مروڑنے کا کہا تھا اب عورت کی آواز کا کہہ رہا ہے۔ کہیں اس کا دماغ تو نہیں چل گیا۔

نوکر نے کہا:

"نہیں حضور۔ میں نے تو کسی عورت کی آواز نہیں سنی۔ سرکار آپ کے کان بجے ہوں گے۔"

ہندو موٹے نے اسے ڈانٹ دیا اور کہا:

"چپ۔ کان بجنے کا بچہ۔ بکواس کیے جاتا ہے۔"

ماریا کو اس بد اخلاق موٹے پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے زور دار لات موٹے کی کمر پر جمائی۔ موٹا فٹ بال کی طرح لڑھکتا ہوا پانی میں جا گرا اور غوطے کھانے لگا۔ ماریا کو بڑی ہنسی آ رہی تھی۔ کئی ہندوؤں نے مل کر اس موٹی

لاش کو پانی سے نکالا۔ موٹا بڑی طرح خوف زدہ ہو چکا تھا وہ اپنی پتلی پتلی ٹانگوں پر مینڈک کی طرح پھدکتا ہوا وہاں سے بھاگ گیا۔

ماریا ساحل سے ہٹ کر ہوٹل میں آ گئی۔

خفیہ طاقتیں مل جانے سے اب ماریا کو بھوک پیاس نہیں لگتی تھی۔ لیکن یہ تو آپ جانتے ہیں کہ عنبر، ناگ اور ماریا کبھی کبھار تفریح کے لیے کھا پی اور سو لیتے تھے ہوٹل میں چائے پی جا رہی تھی۔ دوکان کا مالک ایک بڑے حمام سے جس میں ٹونٹی لگی ہوئی تھی کپ بھر بھر کر گاہکوں کو دے رہا تھا۔

اس نے ایک کپ بھر کر میز پر رکھا اور گاہک سے بولا:

"لو بھائی — گرما گرم چائے پیو۔"

اس سے پہلے کہ گاہک کپ اٹھاتا ماریا نے ہاتھ بڑھا کر کپ اٹھا لیا۔ کپ ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا۔ گاہک پریشان ہو کر ادھر اُدھر تکنے لگا۔ دکاندار نے دوسرا کپ بھر کر میز پر رکھا اور گاہک سے بولا:

"ارے۔ تمہارا چائے کا کپ کہاں گیا؟"

گاہک سر کھجاتا ہوا بولا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یہی تو میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ پتہ نہیں کس طرح غائب ہو گیا ہے؟"

گاہک دوسرا کپ لے کر چلا گیا۔ ماریا بڑے مزے سے پاس کھڑی چائے پیتی رہی۔ چائے پینے کے بعد اس نے کپ واپس میز پر رکھا اور دکاندار سے کہا:

"بہت بہت شکریہ۔ تم چائے بڑی مزے دار بناتے ہو"

دکاندار نے سر اٹھائے بغیر کہا:

"شکریے کی کیا بات ہے یہ تو ...."

باقی الفاظ دکاندار کے منہ میں ہی رہ گئے اس نے سر اٹھا لیا تھا۔ اس کے پاس تو کوئی نہ کھڑا تھا پھر آواز عورت کی آواز کہاں سے آئی — ماریا ہوٹل میں ایک طرف بیٹھ گئی اور عنبر اور ناگ کے متعلق سوچنے لگی کہ وہ نجانے کہاں اور کس حال میں ہوں گے۔

نگر کوٹ ان دنوں ہندوؤں کا گڑھ تھا۔ اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہاں ایک بڑا مندر تھا جس کا بڑا پجاری رادھا کشن کٹر برہمن تھا۔ جب سے محمود غزنوی نے راجہ انند پال کو شکست دی تھی اور ملتان کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ پنڈت رادھا کشن کی نیند حرام ہو چکی تھی۔ پنڈت رادھا کشن نے ہندوستان

کی ریاستوں اجمیر، قنوج، گوالیار، کالنجر کے راجوں، مہاراجوں کو نگر کوٹ بلایا تھا اور آج مندر میں ان کا اجلاس تھا۔

ہوٹل میں ہندوؤں کی گفتگو سے ماریا کو اس اجلاس کا پتہ چل گیا تھا۔ اس نے سوچا مندر چل کر دیکھنا چاہیے کہ یہ ہندو لوگ کیا منصوبے بنا رہے ہیں۔ وہ ہوٹل سے نکل کر شہر کے بازاروں اور گلی کوچوں سے ہوتی ہوئی مندر کے سامنے آ گئی۔ مندر کی دیوار میں سے وہ شعاع بن کر گزر گئی۔

مندر کے اندر سر منڈے پنڈت رام رام کرتے آ جا رہے تھے اور کئی ہاتھوں والی دیوی کی مورتی کے آگے بھجن گا رہے تھے۔ ایک بڑے کمرے میں سارے راجے اور رادھا کشن پنڈت موجود تھے۔ کمرے کے دروازے پر پہرہ تھا لیکن ماریا کے لیے اندر جانا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ وہ کمرے میں آ گئی۔ اس وقت پنڈت رادھا کشن کہہ رہا تھا:

"کیا تم سب عیش و عشرت میں گم ہو گئے ہو کہ ایک ملیچھ مسلمان حکمران تمہیں شکست دے رہا ہے؟"

ایک مہاراجے نے کہا:

"شکست انند پال نے کھائی ہے اگر مسلمان میرے مقابلے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پر آتے تو میں انہیں مزہ چکھا دیتا۔"

پنڈت رادھا کشن نے گرج کر کہا:

"نہیں تم غلط کہتے ہو۔ اس دیس کے ہر ہندو نے شکست کھائی ہے۔ غزنی کے سلطان (محمود غزنوی) نے ہندو دھرم کو ہار دی ہے۔ یہ میری شکست ہے تمہاری شکست ہے سب ہندوؤں کی شکست ہے۔ کیا بھیرہ اور ملتان کے مندر تمہارے لیے مقدس نہیں ہیں۔ کیا ان مندروں میں بھگوان نہیں رہتے۔ جن کی مورتیاں مسلمانوں نے توڑ پھوڑ دیں۔

پنڈت بڑے جوش بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا:

"مجھے مورتیوں کے چہروں پہ قہر نظر آتا ہے۔ وہ ہم سے ناراض ہیں۔ یہ مندر، قلعہ اور پہاڑ لرزتے دکھائی دیتے ہیں کیا تم یہ برداشت کر لو گے کہ مسلمان یہاں بھی قابض ہو جائیں اور اس مندر میں بھی اذان کی آواز گونجے۔"

"نہیں نہیں" سارے ہندو راجے چلائے۔ ایک نے بڑے جوش سے کہا:

"ہم سب مل کر محمود غزنوی کا مقابلہ کریں گے ساری شکستوں کا بدلہ لے لیں گے۔"

پنڈت رادھا کشن نے خوش ہو کر کہا:

"شاباش۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ سب مل کر پشاور کی طرف کوچ کرو اور محمود غزنوی کو تباہ و برباد کر دو۔"

ماریا خاموش کھڑی یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔ پنڈت رادھا کشن نے ہندو راجوں کو بھڑکا دیا تھا۔ وہ مندر سے قسمیں کھا کر گئے تھے کہ محمود غزنوی سے بدلا ضرور لیں گے۔ راجوں کے جانے کے بعد پنڈت دیوی کی مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گیا اور عبادت کرنے لگا۔ ماریا مندر میں گھوم پھر کر باہر نکل آئی اس نے فیصلہ کیا کہ پشاور جا کر محمود غزنوی کو ان حالات سے باخبر کر دیگی۔

ماریا بازار میں آ گئی۔ یکایک اسے عنبر کی بو محسوس ہوئی وہ اس طرف لپکی اور یہ دیکھ کر اس کا دل جھوم اٹھا کہ عنبر ایک سرائے کے باہر بیٹھا کھانا کھا رہا ہے۔ ماریا نے پاس جا کر گلاس اٹھا لیا۔ عنبر چونک پڑا اس نے بھی ماریا کی بو سونگھ لی تھی وہ بولا:

"ماریا بہن ــ تم۔ خدا کا شکر ہے تم مل گئیں میں تو تھک گیا اور تمہاری تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں۔"

ماریا نے چہک کر کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"عنبر تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ تمہیں دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ملی ہے۔"

دونوں خاصی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ سرائے کا نوکر جب بھی ان کے پاس سے گزرتا۔ عنبر کو باتیں کرتے دیکھ کر حیران رہ جاتا۔ اسے ماریا تو نظر نہیں آ رہی تھی۔ آخر اس نے قریب آ کر پوچھ ہی لیا:

"جناب آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

عنبر نے مذاق سے کہا:

"ماریا۔ ذرا اس سے اپنا تعارف تو کرانا۔"

ماریا نے نوکر کا ہاتھ پکڑ کر لیا اور کہنے لگی:

"ہیلو مسٹر ہندو۔ کیا حال ہے؟"

نوکر تو تھر تھر کانپنے لگا اور ہاتھ چھڑا کر چیخیں مارتا بھاگ گیا۔ سرائے میں ایک ہندو غنڈہ لال ہاتھی بھی تھا۔ وہ اپنی میز سے اٹھ کر عنبر کے پاس آ گیا اور اسے گھورتے ہوئے کہا:

"اوے۔ تم مسلمان ہو گیا؟"

عنبر نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"الحمد للہ۔ میں مسلمان ہوں۔ کیوں تمہیں کیا تکلیف ہے۔

گندے ٹھڈے۔"

لال ہاتھی کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ ایک مسلمان کی یہ مجال کہ اسے گندہ ٹھڈہ کہے۔ اس سے پورا نگر کوٹ ڈرتا تھا۔ لال ہاتھی کے ساتھی غنڈے بھی آ گئے ایک نے خنجر نکالا اور چیخ کر کہا:

"سردار لال ہاتھی اس ملیچھ کو بالوں سے گھسیٹ کر باہر سب کے سامنے ذبح کرو۔"

عنبر نے کہا:

"ماریا ہوشیار۔ ان بدبختوں کی موت آوازیں دے رہی ہے خواہ مخواہ گلے پڑ رہے ہیں۔"

"یہ تم کس سے باتیں کر رہے ہو۔ کون ہے یہ ماریا؟"

عنبر مسکرایا اور بولا:

"جناب لال ہاتھی۔ ماریا اپنا تعارف خود کرائی ہے۔"

ایک غنڈے نے عنبر کے منہ پر مکا مارا۔ اسے یوں لگا جیسے کسی پتھر پر مکا مارا ہو۔ اسے درد ہوئی مگر اس نے ظاہر نہ کیا اور عنبر کو کالر سے پکڑ کر سرائے سے باہر لے گیا۔ دو غنڈوں نے عنبر کو بازوؤں سے پکڑ لیا اور لال ہاتھی اپنی تلوار لہراتا ہوا عنبر کی طرف بڑھا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا جو اب تک خاموش تھی اس نے آگے بڑھ کر اپنا طاقت ور مکا لال ہاتھی کے منہ پر مارا۔ لال ہاتھی کا ایک جبڑہ ٹوٹ کر لٹکنے لگا۔

عنبر نے قہقہہ لگا کر کہا۔

جناب لال ہاتھی۔ ماریا اپنا تعارف اسی طرح کراتی ہے۔ یقیناً آپ کو یہ انداز پسند آیا ہوگا۔

ہندو غنڈہ لال ہاتھی ہکا بکا تھا کہ اسے مکا کس نے مارا۔ وہ تلوار لے کر عنبر پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے عنبر کی گردن پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ سارے غنڈوں اور ہندوؤں نے منہ پرلی طرف کر لیا وہ عنبر کی گردن کٹتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر یہ کیا۔ تلوار ٹوٹ کر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ لال ہاتھی نے بڑے تعجب سے پہلے تلوار کی طرف پھر عنبر کی طرف دیکھا۔

عنبر نے اپنے دونوں بازوؤں کو جھٹکا دیا۔ اسے پکڑنے والے غنڈے پرے جا گرے عنبر نے لال ہاتھی سے ٹوٹی تلوار چھین لی اور اس سے سینے میں گھونپ دی لال ہاتھی ہائے کہہ کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ دوسرے غنڈے عنبر پر پل پڑے۔ اب ہم یہ بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ غنڈوں کا انجام کیا ہوا۔

تماشہ دیکھنے والے ہندو بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ عنبر ماریا کے ساتھ اس بازار سے نکل آیا۔ عنبر کو لیے برابر ماریا کی خوشبو آ رہی تھی وہ اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ ماریا نے عنبر کو ہندو راجوں کے منصوبے کے متعلق سب بتا دیا۔

اسی شام وہ دونوں گھوڑوں پر سوار پشاور کی طرف روانہ ہو گئے۔

○

آیئے اب ناگ کی خبر لیں۔

شکاری چھری خوب تیز کر لینا چاہتا تھا کہ سفید عقاب کی انتڑیاں نکالتے وقت کھال خراب نہ ہو۔ سفید عقاب یعنی ناگ کو اب ہوش آنے لگا تھا۔ شکاری نے چھری تیز کر لی اور دوسرے کمرے سے پانی کی بالٹی اور مصالحہ لینے چلا گیا۔ ناگ کو ہوش آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ پاس ہی تیز دھار چھری پڑی ہے تو وہ کانپ گیا۔ اگر چند منٹ اور اسے ہوش نہ آتا تو شکاری نے اس کا کام تمام کر دیا ہوتا۔

ناگ فوراً انسان کے روپ میں آ گیا۔ اس کا بائیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بازو زخمی تھا اور خون بہہ رہا تھا۔ ناگ نے ایک طرف پڑی چادر پھاڑ کر پٹی بازو پر باندھی اور مکان سے باہر آ گیا۔

ادھر شکاری پانی اور مصالحہ لے کر آیا تو یہ دیکھ کر بھونچکا سا ہو کر رہ گیا کہ سفید عقاب غائب ہے اس نے دروازے کی طرف دیکھا کنڈی ابھی تک ہل رہی تھی وہ سمجھا کوئی سفید عقاب چرا لے گیا ہے چھری اٹھائے بھاگ کر مکان سے باہر نکل آیا۔ دور اسے ایک زخمی نوجوان جاتا دکھائی دیا۔ شکاری کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ یہی نوجوان عقاب بنا ہوا تھا۔

وہ بھاگتا ہوا ناگ کے پاس آ گیا اور کہا:

"تم نے کسی کو سفید عقاب لیے جاتے تو نہیں دیکھا"

اسی وقت شکاری کی نظر ناگ کے بازو پر بندھی پٹی پر پڑی وہ چونک پڑا۔ اس نے اپنی چادر کی پٹی پہچان لی تھی۔ اس نے چھری ناگ کے سینے سے لگا دی اور غصے سے کہا:

"حرامی ــــ تم ہی چور ہو۔ بتاؤ میرا سفید عقاب کہاں ہے۔ جلدی کرو میں بڑا اکھڑ آدمی ہوں ــــ مار

ڈالوں گا۔"

یہ نئی مصیبت تھی ناگ نے اسے کس طرح سمجھاتا کہ وہی عقاب تھا اس نے کہا:

"میاں۔ میں چور نہیں ہوں مجھے تمہارا سفید عقاب چرانے کی کیا ضرورت تھی۔"

شکاری گرجا:

"جھوٹ بولتے ہو۔ چور کی اولاد۔ عقاب تمہارے پاس ہی ہے۔"

ناگ باپ کی گالی برداشت نہ کر سکا۔ وہ تڑپ کر کنگ کانگ بن گیا۔ شکاری کے تو ہوش اڑ گئے اس نے ایسی جادوگری پہلے نہ دیکھی تھی۔ کنگ کانگ نے شکاری کو مٹھی میں دبوچ کر ایک اونچے درخت کے تنے سے دے مارا۔ شکاری کی ہڈیاں بھی چکنا چور ہو گئیں اور وہ گوشت کا لوتھڑا بن کر درخت سے چمٹ رہ گیا۔

ناگ دوبارہ انسان کے روپ میں آ کر کھیتوں میں سے ہوتا ہوا کچی سڑک پر آیا اور آگے بڑھنے لگا۔ اس کے بازو کے زخم سے اب خون بہنا بند ہو گیا تھا۔ اور زخم خود بخود مندمل ہو رہا تھا۔ ناگ کے خون میں یہ تاثیر تھی کہ زخم بہت کم وقت میں ٹھیک ہو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جاتا تھا۔ رات گہری ہو چکی تھی۔ ناگ چلتا ہوا ایک سرائے میں پہنچ گیا۔

رات اس نے سرائے میں بسر کی اور اگلی صبح گھوڑا خرید کر پشاور کی طرف روانہ ہو گیا۔ موجودہ اٹک کے پل سے ہوتا ہوا ناگ پشاور میں داخل ہو گیا۔ پشاور پر ان دنوں محمود غزنوی کا قبضہ تھا۔ اتفاق کی بات کہ ناگ بھی اسی سرائے میں آیا جہاں عنبر اور ماریا ٹھہرے ہوئے تھے۔ سرائے میں آتے ہی ناگ کو ان کی خوشبو محسوس ہوئی اور وہ بے چین ہو گیا۔

ماریا اور عنبر اپنے کمرے میں تھے یکایک ماریا نے کہا،

"عنبر بھائی! مجھے ناگ کی خوشبو آ رہی ہے وہ یہیں کہیں ہے میں دیکھ کر آتی ہوں۔"

عنبر بولا:

"مجھے بھی خوشبو آ رہی ہے۔"

ماریا کمرے سے نکلی۔ سامنے سے ناگ آ رہا تھا۔ اسے ماریا کی بڑی تیز خوشبو آئی۔ اس نے بے اختیار کہا،

"ماریا بہن۔ یہ تم ہو کیا؟"

ماریا نے ہنس کر کہا:

"ناگ بھائی آداب!"

ماریا، اسے لیے کمرے میں آ گئی۔ ناگ اور عنبر دونوں بھائی گلے لگ کر ملے اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ وہ تینوں بڑے خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ نے لمبی مدت کے بعد انہیں پھر سے اکٹھا کر دیا تھا۔

اگلی صبح عنبر نے کہا،

"ہمیں محمود غزنوی کے پاس چل کر ہندوؤں کے منصوبوں کی اطلاع دینی چاہیے۔"

ماریا بولی:

"ٹھیک ہے مگر پہلے میں جاتی ہوں اور شہر میں گھوم کر حالات کا پتہ کرتی ہوں۔"

ماریا چلی گئی۔ ناگ اور عنبر اپنے کمرے سے نکل کر نیچے آ گئے۔ اتفاق سے سرائے میں ایک سپیرا سانپوں کے کرتب دکھا رہا تھا۔ سپیرا ایک بڈھا سا گنجا آدمی تھا۔ اس کے ارد گرد سانپوں کی کئی پٹاریاں رکھی ہوئی تھیں۔ سرخ و سفید رنگ کا ایک سانپ پورے قد سے کھڑا پھن پھیلائے جھوم رہا تھا۔ ناگ اور عنبر بھی تماشائیوں میں جا کھڑے ہوئے۔

سپیرے کا منہ پھولا ہوا تھا اور وہ بڑے جوش سے بین بجا رہا تھا۔ اچانک سانپ کا پھن سکڑ گیا۔ وہ کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور جس طرف ناگ کھڑا تھا پھن جھکا کر سلام کیا۔ سانپ نے اپنے ناگ دیوتا کی بو سونگھ لی تھی۔ سپیرا بڑا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

حیران ہوا کہ آج سانپ کو کیا ہو گیا ہے۔ بہرحال اس نے سانپ کو اٹھا کر پٹارے میں بند کیا اور بولا:

"بھائیو۔ اب میں تمہارے سامنے ایک ایسا سانپ پیش کرتا ہوں جو پورے ہندوستان میں کسی کے پاس نہ ہوگا۔ یہ سانپوں کا سردار ہے اور اس کا ڈسا پانی مانگنا تو دور رہا ہائے بھی نہیں کر سکتا۔ آدمی پل بھر کے اندر مر جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر سپیرے نے ایک کالی پٹاری کی طرف ہاتھ بڑھایا اسی وقت ناگ بول پڑا:

"میاں سپیرے۔ تمہیں اپنے سانپ پر اتنا ہی بھروسہ ہے۔ تو مجھے اس سے ڈسواؤ۔ میں بھی ایک سپیرا ہوں کسی سانپ کا مجھ پر زہر اثر نہیں کرتا بلکہ سانپ مجھ سے ڈرتے ہیں۔"

سپیرے کو غصہ آ گیا۔ ناگ بھرے مجمع کے سامنے اسے چھوٹا کہہ رہا تھا۔ اس نے کہا:

"ابے چھوکرے۔ کیوں اپنی جان کا دشمن ہو رہا ہے۔ تو سپیرا ہے۔ ہونہہ۔ تو نے کبھی کیچوا بھی نہ پکڑا ہوگا۔ جا ماں کی گود میں سر رکھ کر سو جا۔ سانپوں سے کھیلنا بچوں کا کام نہیں۔"

لوگوں نے قہقہے لگانا شروع کر دیے۔ اب عنبر بولا:

"اچھا چلو۔ مجھے سانپ سے ڈسواؤ۔ مجھ پر بھی سانپوں کا

زہر اثر نہیں کر سکتا۔"

سپیرے نے حیرانی سے سر کھجایا کہ یہ سرپھرے نوجوان کہاں سے آ گئے ہیں۔ اس نے کہا:

"کیا تمہیں اپنی زندگی سے پیار نہیں ہے؟"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"میاں سپیرے۔ اب الٹی سیدھی باتیں کر کے مت ٹالو۔ صاف کہہ دو کہ سانپ زہریلے نہیں ہیں اور تم لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہو۔"

اب تو سپیرا گرم ہو گیا۔ اس نے کہا:

"تم مرنا ہی چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔ ذرا اس پٹارے سے سانپ نکال کر تو دکھاؤ۔ اگر تم پٹارے میں ہاتھ ڈال کر سانپ کو نکالنے میں کامیاب ہو گئے تو میں تمہیں اپنا استاد مان لوں گا۔"

عنبر نے کہا:

"منظور ہے۔"

سارے لوگ بڑی دلچسپی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ عنبر مجمع سے نکل کر میدان میں آ گیا۔ کالے پٹارے پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ سپیرے نے کپڑے کے اوپر زور سے انگلی ماری تو اندر سے سانپ بڑے خوفناک انداز میں پھنکارا۔ اس کی شوکر سن کر کئی کمزور دل لوگ سہم گئے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سپیرے نے عنبر سے کہا:

"کیوں جوانی میں موت مانگ رہے ہو۔ اب بھی وقت ہے مجھ سے معافی مانگو اور بھاگ جاؤ۔"

عنبر جواب میں ہنس پڑا۔ اس نے پٹارے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ سارا مجمع خاموش ہو گیا۔ ایسی گہری خاموشی کہ سوئی گرے تو اس کی بھی آواز صاف سنائی دے۔ سپیرے کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔ اسے یقین تھا کہ پٹارے میں ہاتھ ڈالتے ہی سانپ عنبر کو ڈس لے گا۔ اور ایک سیکنڈ کے اندر اندر عنبر کی لاش یہاں پڑی ہو گی۔

عنبر نے پٹارے سے کپڑا کھول دیا۔ اندر سے سانپ کی خوفناک شوکر سنائی دی۔ عنبر نے دیکھا ایک موٹا دھاری دار سانپ اپنی سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہا ہے۔ اس کی زبان لپلپا رہی ہے۔ عنبر نے سانپ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ سانپ تڑپ کر اچھلا اور اس نے عنبر کے ہاتھ پر ڈس لیا۔

سپیرے نے چیخ کر کہا:

"افسوس ۔۔۔ تو ضد سے باز نہ آیا اور موت کے منہ میں چلا گیا۔ افسوس صد افسوس۔"

سپیرا سمجھ رہا تھا کہ ابھی عنبر زمین پر گرے گا اور مر جائے گا لیکن عنبر تو اطمینان سے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کئی منٹ گزر گئے۔ پھر عنبر نے کہا:

"کہو جناب۔ اب کیا خیال ہے۔ آپ کے سانپ نے مجھے کاٹا اور میں ابھی تک زندہ ہوں۔"

سپیرے کا تو دماغ گھوم گیا۔ اس کی ساری زندگی سانپوں میں گزری تھی مگر ایسا منظر پہلے اس نے نہ دیکھا تھا۔ دھاری دار سانپ کسی کو کاٹے اور وہ بچ جائے۔ وہ منہ پھاڑے عنبر کو دیکھ رہا تھا۔

اب ناگ نے کہا:

"کہیے جناب۔ اب میں اپنے کمال کا مظاہرہ کروں۔"

ناگ پٹارے کی طرف بڑھا۔ دھاری دار سانپ جو شوکریں مارتا ہوا جھوم رہا تھا۔ اچانک خاموش ہو گیا۔ ناگ نے اسے پکڑ لیا۔ وہ سانپ جو بڑے ماہر سپیرے جان پر کھیل کر پکڑتے تھے، بے ضرر کیچوے کی مانند ناگ کے ہاتھ میں جھول رہا تھا۔ سارا مجمع حیران پریشان تھا۔

ناگ نے سانپ کو زمین پر ڈال دیا۔ سانپ نے اس کے گرد چار چکر لگائے اور قدموں میں پھن رکھ دیا۔ سپیرا پریشان سا ہو گیا۔ وہ سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا عنبر اور ناگ کو حیرت زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

ناگ نے کہا:

"بابا جی ۔۔۔ اب کیا کہتے ہیں؟"

بڈھے سپیرے نے گہری سانس لے کر کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"مان گیا تم بہت بڑے سپیرے ہو لیکن یہ بات حلق سے نہیں اترتی کہ تم زندہ کیسے بچ گئے۔ یہ سانپ ہاتھی کو ڈس لے تو وہ بھی مر جاتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"ہم نے ایسی دوا پی رکھی ہے جس کی وجہ سے زہر اثر نہیں کرتا۔ یہ بالکل سچ ہے کہ سانپ بہت زہریلا ہے۔"

سپیرے نے سر جھٹک کر ناگ کی طرف دیکھا۔ ناگ بھی اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی نگاہیں آپس میں ملیں تو سپیرا کانپ اٹھا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ کسی بڑے ناگ کے سامنے ہے۔ ناگ کی آنکھوں میں سانپ ایسی سرخی اور کشش جو تھی ——— اس نے جلدی سے اپنی نظر ہٹا لی۔ سپیرے کا دل دھڑکنے لگا تھا۔

سانپ کے انسان بننے کے بارے میں وہ ساری کہانیاں جو سپیرے نے سن رکھی تھیں اس کے دماغ میں گونجنے لگیں۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ نوجوان ضرور سانپوں کی دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے عنبر کی آنکھوں میں بھی دیکھا۔ سرخی اور کشش نہ تھی۔ سپیرا چکرا گیا۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نوجوان پر سانپ کے زہر نے اثر کیوں نہیں کیا۔ بہرحال اس نے اپنے سارے پٹارے باندھے اور سرائے سے بھاگ نکلا۔

مکار جوگی

گنجا سپیرا سرائے سے بھاگ کر سیدھا اپنی بستی میں گیا۔ بستی میں ایک بوڑھا جوگی سپیرا رہتا تھا۔ وہ بہت ماہر اور ہوشیار تھا۔ گنجا اس کی جھونپڑی میں پہنچ گیا۔ جوگی اس وقت سانپوں کی کیچلی سے کوئی دوا تیار کر رہا تھا۔ گنجے کو دیکھ کر وہ بولا:

"آؤ بھئی۔ آج تو بہت جلدی آ گئے ہو کیا بہت کمائی کر لی ہے؟"

گنجے نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا:

"جوگی بابا۔ آج تو میں ایک ایسا خزانہ دیکھ کر آیا ہوں جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔"

جوگی کے حرکت کرتے ہاتھ تھم گئے۔ اس نے اپنی چمک دار آنکھوں سے گنجے کی طرف دیکھا اور بولا:

"بات کیا ہے۔ کون سا خزانہ ہاتھ لگ گیا؟"

گنجے نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں نے اتفاق سے ایک ایسے سانپ کا پتہ چلا لیا ہے جو بھیس بدل کر انسان بن سکتا ہے۔ بابا تم نے ایک بار کہا تھا کہ اگر ایسا سانپ مل جائے تو تم اسے قابو کر کے زمین میں چھپے ہوئے خزانوں کا پتہ چلا سکتے ہو۔"

جوگی خوش ہو کر بولا:

"ہاں ہاں ۔۔ ایسا ہو سکتا ہے میرے پاس ناگن دیوی کی کینچلی سے بنا ایک ایسا سفوف ہے جو کسی بھی سانپ کے سر پر ڈال دیا جائے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے۔ بتاؤ بھیس بدلنے والا سانپ کہاں ہے؟"

گنگے نے ساری بات سنا دی۔ جوگی جھونپڑی میں ٹہلنے لگا پھر اس نے بے چینی سے کہا:

"میں سانپ کو قابو کر کے اس کا سر کاٹ لوں گا۔ یہ سر ایک ہفتے بعد سکڑ کر چھوٹا ہو جائے گا۔ پھر میں اسے پانی کے ساتھ نگل جاؤں گا تو میری آنکھوں میں اتنی طاقت آ جائے گی کہ وہ زمین کے نیچے بھی دیکھ سکیں گی۔ اس طرح ہم پرانے بادشاہوں کے خزانے ڈھونڈ نکالیں گے لیکن ۔۔۔ لیکن ایسے سانپ کو پکڑنے کے لیے بڑی ہوشیاری و عیاری سے کام لینا ہوگا اگر اسے پتہ چل گیا تو ہم دونوں کو ہرگز زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

جوگی بڑے عیار ذہن کا مالک تھا اس نے ترکیب سوچ لی اور سپیرے کو سمجھا کر واپس سرائے کی طرف بھیج دیا۔ سپیرا جب سرائے میں پہنچا تو عنبر کہیں باہر گیا ہوا تھا صرف ناگ موجود تھا۔ سپیرے نے بڑی مظلوم شکل بنا کر اس سے کہا:

"استاد جی ۔ آپ مہا سپیرے ہیں میں تو آپ کے قدموں کی خاک بھی نہیں۔ مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ یہاں پاس ہی پرانے مندر کے کھنڈرات میں ایک سانپ رہتا ہے میں کئی مہینوں سے اسے پکڑنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر وہ ہاتھ نہیں آیا۔ مجھے لگتا ہے آپ اس کام میں بڑے تاک ہیں میری مدد کریں؟"

سپیرے نے ایسی چکنی چپڑی باتیں کیں کہ ناگ راضی ہو گیا۔ اس نے سوچا غریب سپیرا ہے سانپوں کا تماشہ دکھا کر اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہے اس کی مدد کرنا چاہیے۔ اسے کیا معلوم تھا کہ سپیرا ایک نمبر کا مکار ہے اور عیاری کر رہا ہے۔ ناگ نے عنبر کی واپسی کا بھی انتظار نہ کیا اور سپیرے کے ساتھ چل پڑا۔

سپیرا ناگ کو لے کر پرانے مندر کے کھنڈر میں آ گیا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہاں ایک تہہ خانہ تھا جس میں جوگی چھپا ہوا تھا پھیرے نے تہہ خانے کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"جناب۔ اسی تہہ خانے کے اندر کسی کھوہ میں وہ سانپ رہتا ہے۔ ذرا ہوشیاری سے پکڑیئے گا۔"

اندر جوگی نے اس کی بات سن لی تھی۔ اس نے اپنے منہ سے سانپ کی پھنکار کی آواز نکالی۔ بڑا مکار انسان تھا۔ ناگ کو ذرا بھی یہ شک نہ ہوا کہ سانپ کی بجائے کسی اور نے پھنکار کی آواز نکالی ہے۔

اس نے کہا:

"میں ابھی اس سانپ کو پکڑ لاتا ہوں۔ یہ تو میرے لیے معمولی بات ہے۔"

ناگ تہہ خانے میں اترنے لگا۔

جونہی وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا۔ جوگی جو سیڑھیوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا نکل آیا۔ اس نے بڑی تیزی سے ناگن دیوی کی تھیلی سے بنا سفوف ناگ کے سر پر ڈال دیا۔ ناگ وہیں سن ہو گیا۔ اسے یوں لگا جیسے زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لیے ہیں۔ اس نے پھرتی سے سانپ کا بھیس بدلا مگر یہ کیا؟ سانپ آزاد نہیں تھا اس کی دم زمین میں پھنسی ہوئی تھی۔ ناگ شیر بن گیا مگر شیر کے

پنجے زمین نے جکڑ رکھے تھے۔

جوگی نے قہقہہ لگا کر کہا:

"اے سانپ۔ تو اس قید سے نہیں نکل سکتا۔ ہا ہا ہا۔ اب میں سارے خزانوں کا پتہ چلا لوں گا اور دنیا کا سب سے مالدار شخص بن جاؤں گا۔"

پھیرے نے جب جوگی کے قہقہے کی آواز سنی تو تہہ خانے میں آ گیا۔ ناگ کو قابو میں دیکھ کر وہ بھی خوش ہونے لگا۔ ناگ نے انسان بن کر کہا:

"او مکار پھیرے۔ تیرا انجام بہت برا ہو گا۔ تو نے دھوکہ کیا ہے اور دھوکہ باز کو سزا مل کر رہتی ہے۔"

جوگی نے مکاری سے آنکھوں کو گردش دے کر کہا:

"ہی ہی ہی۔ سزا کون دے گا۔ تم تو ہماری قید میں آ گئے ہو اب میں تمہارا سر کاٹ کر ایک ہفتے بعد کھا جاؤں گا۔"

ناگ بڑی مشکل میں پھنس چکا تھا۔ اب اسے اپنی حماقت کا احساس ہو رہا تھا کہ اس نے پھیرے پر بھروسہ کر کے کتنی بڑی غلطی کی تھی۔ کم بخت پھیرا تو اسے موت کے منہ میں لے آیا تھا۔

خدا کی شان۔ وہ ہمیشہ اپنی نیک مخلوق کی مدد فرماتا

تھے۔ اس کھنڈر کے نیچے ایک پرانے پنڈت کا خزانہ تھا جس پر ایک سبز سانپ پہرہ دیتا تھا۔ اس سبز سانپ نے اپنے ناگ دیوتا کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ وہ زمین کے نیچے پھن پھیلا کر پھنکارا۔ اس کا پھن بڑا تھا اور اس پر کالے دھبے تھے۔ چند بال بھی اُگے ہوئے تھے۔ یہ سانپوں کی بڑی زہریلی نسل سے تھا۔

سبز سانپ زمین کی تیسری تہہ سے نکل کر اوپر آنے لگا۔ اس کی رفتار بڑی تیز تھی چند ہی منٹ میں وہ زمین پر آگیا اور تہہ خانے کی طرف رینگنے لگا۔ اب اسے ناگ دیوتا کی خوشبو بہت تیز آرہی تھی۔ تہہ خانے کی سیڑھیوں میں آتے ہی سانپ نے دیکھا کہ ناگ دیوتا انسان کے بھیس میں کھڑا ہے اور ایک بوڑھا آدمی چھری سے اس کا سر کاٹنے کی تیاری کر رہا ہے۔

سانپ تو غصے سے کانپنے لگا۔ ایک آدمی کی یہ مجال کہ وہ ناگ دیوتا کی طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھے۔ سبز سانپ کا پھن تن گیا۔ اس نے سیڑھیوں سے چھلانگ لگائی اور جوگی پر آگرا۔ اس ناگہانی آفت سے جوگی گھبرا گیا۔ سانپ اس کی گردن سے لپٹ گیا اور اس کے کھلے منہ میں اپنے دانت گاڑ کر سارا زہر اگل دیا۔

جوگی کی بھیانک چیخ سے تہہ خانہ گونج اٹھا۔ وہ تڑپ کر گرا اور مرگیا۔ جوگی کے مرتے ہی ناگ اپنی صحیح حالت میں آگیا۔ سپیرے نے جب یہ دیکھا تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے وہ سیڑھیوں کی طرف بھاگا۔ سبز سانپ نے اس پر چھلانگ لگائی مگر اس کا وار خالی گیا اور سپیرا تہہ خانے سے نکل کر باہر بھاگ گیا۔

ناگ نے کہا:

"اے سبز سانپ۔ تیرا شکریہ۔ تو نے عین وقت پر آکر مجھے اس موذی انسان سے بچایا۔"

سبز سانپ نے سر جھکا کر ادب سے عرض کی،

"ناگ دیوتا — یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ میں آپ کے کسی کام آسکا۔"

ناگ تہہ خانے سے نکل آیا۔ وہ اب مکار سپیرے کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ مکار سپیرا بھاگتا ہوا دور نکل چکا تھا۔ ناگ گہری سانس لے کر عقاب بنا اور اڑتا ہوا سپیرے کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے غوطہ لگایا اور سپیرے کی گردن پر اپنے نوکیلے پنجے مارے۔ سپیرے کی گردن ادھڑ گئی اور خون گرنے لگا وہ چلایا:

"عظیم سانپ۔ میری خطا معاف کردے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ مکار انسانوں کو معاف کرنے کا عادی نہیں تھا۔ وہ لوگ جو مکار اور دغا باز ہوتے ہیں۔ جن کے دلوں پر لالچ کی مہر لگ جاتی ہے جو اچھے برے کی تمیز کھو بیٹھتے ہیں ان کا مر جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔ ناگ نے دونوں پنجوں سے بہیرے کی آنکھیں پھوڑ دیں اور وہ چیختا ہوا مر گیا۔

ناگ انسان بن کر واپس سرائے میں آ گیا۔ عنبر اور ماریا کمرے میں موجود تھے۔ ناگ کو دیکھ کر عنبر نے کہا:

"بھائی — تم کہاں چلے گئے تھے ہم دونوں پریشان ہو رہے تھے۔"

ناگ نے کہا:

"اس دنیا میں بدبخت انسانوں کی کمی نہیں۔ ایک بدبخت آج میرے ہاتھوں مارا گیا ہے۔"

ناگ نے عنبر اور ماریا کو ساری بات بتا دی پھر وہ تینوں سرائے سے نکل کر محمود غزنوی کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔ عنبر اور ناگ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ماریا کبھی ان کے آگے ہو جاتی تو کبھی پیچھے۔ اس بات کا اندازہ وہ ماریا کی خوشبو سے کرتے تھے جو کبھی پیچھے سے اور کبھی آگے سے آنے لگتی تھی۔

وہ محمود غزنوی کے لشکر کے پاس آ گئے۔ یہاں عنبر کو ایک جانی پہچانی شکل نظر آئی۔ یہ شعیب تھا وہی مسلمان جاسوس جسے عنبر نے شمشان گھاٹ والے قلعے سے آزاد کرایا تھا۔ وہ ایک سپاہی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ عنبر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ شعیب چونک کر مڑا۔ عنبر کو دیکھ کر پہلے تو وہ حیران ہوا پھر اس سے لپٹ گیا اور بولا:

"دوست — تم اور یہاں؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"خدا کو زندگی منظور تھی، بچ گیا۔ میں مسلمان فاتح محمود غزنوی سے ملنے کا خیال کر کے پشاور آیا ہوں۔ یہ میرا عزیز دوست اور بھائی ناگ ہے۔"

شعیب نے سوچتے ہوئے کہا:

"محمود غزنوی تک تو میں نہیں لے جا سکتا۔ ہاں سالار عبداللہ الطائی تک پہنچا سکتا ہوں۔"

شعیب ان دونوں کو لے کر عبداللہ الطائی کے پاس آ گیا اور کہا:

"جناب — اس سرفروش عنبر نے مجھے قلعے کی قید سے آزادی دلائی تھی اور میری جگہ خود قید ہو گیا۔"

عبداللہ الطائی نے تالی بجائی۔ فوراً دو مسلح فوجی اندر آ گئے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عبداللہ الطائیؒ نے کڑک کر کہا:

"گرفتار کر لو ان دونوں کو ـــ یہ ہندوؤں کے جاسوس ہیں اور سلطان محمود غزنوی کو قتل کرنے کے ارادے سے یہاں آئے ہیں"

ناگ، عنبر بھونچکے رہ گئے۔ ماریا بھی حیران ہوئی۔

شعیب نے کہا:

"جناب سالار۔ یہ دونوں میرے دوست ـــ"

"چپ" عبداللہ الطائیؒ گرجا "شعیب میں تمہیں اتنا بیوقوف نہیں سمجھتا تھا۔ ذرا سوچو۔ اگر تم عنبر کو قلعے کے برج میں چھوڑ آئے تھے تو یہ ہندو فوجیوں کی قید سے کیسے نکلا۔ اگر یہ واقعی مسلمان مجاہد ہوتا تو ہندو اسے قتل کر ڈالتے ـــ یہ ہندوؤں کا جاسوس ہے اور اس نے جان بوجھ کر تمہیں بھگایا تھا تاکہ بعد میں تمہارا دوست بن کر سلطان محمود غزنوی تک پہنچ سکے اور ان پر حملہ کرے۔"

عنبر نے کہا:

"جناب۔ ہم ہندو جاسوس نہیں ہیں۔ ہم پکے اور سچے مسلمان ہیں"

عبداللہ الطائیؒ نے پاؤں زمین پر مارا اور کہا:

"بکواس بند کرو۔ اگر تم جاسوس نہیں ہو تو ہندو فوجیوں

نے تمہیں زندہ کس طرح چھوڑ دیا؟"

اب عنبر اس بات کا کیا جواب دیتا۔ وہ اپنا یہ راز ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ موت اسے نہیں آ سکتی۔ ماریا نے عنبر کے کان میں کہا:

"ان دونوں فوجیوں کا خاتمہ کر دوں؟"

عنبر نے آہستہ سے کہا:

"نہیں ماریا ـــ یہ مسلمان ہیں ہمارے بھائی ہیں۔ ان کا کہنا بھی بالکل ٹھیک ہے یہ میری خفیہ طاقت کے بارے میں نہیں جانتے۔"

عبداللہ الطائیؒ نے حکم دیا:

"ان دونوں جاسوسوں کو اسی وقت قتل کر دیا جائے۔ جاسوس کی سزا موت ہی ہوتی ہے۔"

ایک فوجی نے لمبی تلوار میان سے کھینچ لی اور ناگ کی طرف بڑھا جونہی وہ پاس آیا ناگ کبوتر بن کر پھر سے اڑا اور کمرے میں چکر کاٹنے لگا۔ فوجی کے ہاتھ سے تلوار گر گئی وہ دہشت کھا کر پیچھے کو گرا۔

سالار عبداللہ الطائیؒ بھی بت بنا دیکھتا رہ گیا کہ یہ کیسے ہو گیا پھر اس نے چیخ کر کہا:

"یہ جادوگر ہیں۔ مار ڈالو اسے!"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دوسرا فوجی تلوار لیے عنبر پر ٹوٹ پڑا۔ اس کی تلوار کے ساتھ وہی ہوا جو ہمیشہ ہوتا ہے۔ وہ ٹوٹی ہوئی تلوار کو حیران ہو کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پسینہ آ گیا تھا۔

عنبر نے کہا:

"جناب۔ آپ نے دیکھ لیا میں مر نہیں سکتا۔ اب آپ کو مان لینا چاہیے کہ میں جاسوس نہیں ہوں اگر میرا ارادہ سلطان محمود غزنوی کو مارنے کا ہوتا تو میں ساری فوج کو قتل کر کے ان تک پہنچ جاتا۔ اب بہتر یہی ہے کہ ہمیں سلطان تک لے جائیں۔"

عبداللہ الطائی حیران تھا۔ اس نے کہا:

"ٹھیک ہے کل صبح میں تمہیں سلطان محمود غزنوی کے سامنے پیش کروں گا۔"

ان کے جاتے ہی عبداللہ الطائی نے مسلمان سائنس دان و منجم ابو ریحان البیرونی کو بلا بھیجا۔ البیرونی کو محمود غزنوی کے درباری علماء میں ممتاز مقام حاصل تھا۔ وہ ۹۷۳ء کے قریب خوارزم کے ایک علاقے بیرون میں پیدا ہوا تھا اس لیے وہ البیرونی کہلاتا تھا۔ وہ علم نجوم کا زبردست ماہر تھا۔

ایک بار سلطان محمود غزنوی نے البیرونی کا امتحان لیا۔ وہ اسے ایک ایسے کمرے میں لے گیا جس میں کئی دروازے

تھے۔ کمرے میں پہنچ کر سلطان غزنوی نے کہا:

"اے البیرونی۔ آج تیرے علم کا امتحان ہے۔ ذرا حساب لگا کر بتا میں کس دروازے سے واپس جاؤں گا؟"

ابوریحان البیرونی نے حساب لگایا اور اپنا جواب ایک کاغذ پر لکھ کر محمود غزنوی کو دے دیا۔ محمود غزنوی نے اسی وقت اپنے محافظوں کو حکم دیا کہ کمرے کی دیوار توڑ کر ایک نیا دروازہ بنایا جائے میں نئے دروازے سے واپس جاؤں گا۔ ایسا ہی ہوا۔ نیا دروازہ بنا اور باہر آ کر محمود غزنوی نے البیرونی کی پیش گوئی پڑھی لکھا تھا:

"سلطان معظم! ان دروازوں میں سے کسی سے واپس نہیں جائیں گے بلکہ دیوار توڑ کر نیا دروازہ بنوائیں گے۔"

سلطان محمود غزنوی، البیرونی کے فن پر عش عش کر اٹھا تھا۔ البیرونی نے کئی کتابیں بھی لکھیں جن میں "کتاب الہند" اور "قانون مسعودی" بہت مشہور ہیں۔ "قانون مسعودی" لکھنے پر سلطان محمود غزنوی کے بیٹے مسعود نے خوش ہو کر البیرونی کو چاندی کے اتنے سکے دیئے تھے جنہیں ایک ہاتھی ہی اٹھا سکتا تھا۔

ابو ریحان البیرونی آ گیا۔

عبداللہ الطائی نے اٹھ کر استقبال کیا اور کہنے لگا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"معزز بزرگ۔ میں نے آپ کو اس لیے تکلیف دی ہے کہ میں دو نوجوانوں کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہیں؟"

عبداللہ الطائی نے البیرونی کو ناگ اور عنبر کے بارے میں بتایا۔ البیرونی نے اپنی سفید داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور کبوتر کے پر سے بنے ہوئے قلم کو سیاہی میں ڈبو کر زائچہ بنانے لگا۔ زائچہ بن گیا اور اس کے ساتھ ہی البیرونی پریشان ہو گیا۔ عبداللہ الطائی نے یہ دیکھا تو پوچھا:

"معزز بزرگ کیا بات ہے آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں؟"

ابو ریحان البیرونی نے کہا:

"بات ہی ایسی ہے۔ یہ دونوں آدمی روئے زمین کے عجیب ترین آدمی ہیں۔"

"کیا؟" عبداللہ الطائی نے حیران ہو کر کہا:

"عجیب آدمی۔ میں کچھ سمجھا نہیں۔"

ابو ریحان البیرونی کہنے لگا:

"سالار ان میں سے ایک شخص عنبر ہے جو لافانی ہے۔ وہ کسی زبردست جادو کے زیر اثر ہے اور موت اسے نہیں آ سکتی۔ اسے چاہے بلند قلعے کی فصیل سے گرا دیا جائے

یا ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوایا جائے۔ پوری فوج اس پر تلواروں اور نیزوں سے ٹوٹ پڑے وہ مرنے والا نہیں وہ زندہ رہے گا کب تک ــــ اس بارے میں ستارے خاموش ہیں۔"

عبداللہ الطائی حیرت سے منہ پھاڑے البیرونی کی باتیں سن رہا تھا جو کہہ رہا تھا:

"دوسرا شخص جس کا نام ناگ ہے۔ ایک سانپ ہے جو ہر روپ دھار سکتا ہے اسے بھی تم نہیں مار سکتے۔ مارو گے تو وہ پھر زندہ ہو جائے گا۔ اسے مکمل طور پر مارنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی لاش کو پورے ایک ماہ تک تیزاب میں بھگو کر رکھا جائے اور ہر ہفتے اس کے ٹکڑے آگ میں جلائے جائیں۔ پھر اسے کھولتے ہوئے تانبے میں ڈال دیا جائے تب وہ ہمیشہ کے لیے مرے گا۔ اے عبداللہ الطائی ان کے ساتھ ایک عورت بھی ہے۔"

"عورت" عبداللہ الطائی نے کہا:

"میں نے تو کوئی عورت نہیں دیکھی۔"

"تم دیکھ بھی نہیں سکتے وہ غیبی حالت میں ہے اس کا نام ماریا ہے وہ بھی پر اسرار طاقتوں کی مالک ہے۔"

عبداللہ الطائی چکرا گیا۔ ابو ریحان البیرونی کے علم کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جھٹلا بھی نہیں سکتا تھا اس نے کہا:

"معزز بزرگ۔ یہ بتاؤ کیا وہ ہمارے ساتھ مخلص ہیں؟"

البیرونی نے کہا:

"ہاں عنبر اور ناگ سچے مسلمان ہیں۔ وہ ہندو جاسوس نہیں ہیں۔"

ابو ریحان البیرونی واپس چلا گیا۔ اگلے دن عنبر اور ناگ سلطان محمود غزنوی کے سامنے پیش کیے گئے۔

سلطان محمود غزنوی اس وقت جنگی نقشے پر غور کر رہا تھا۔ وہ مضبوط جسم اور متناسب اعضاء کا مالک تھا قد درمیانہ تھا اور آنکھیں روشن — اس کی ٹھوڑی گول اور چہرے پر چھوٹی داڑھی تھی۔ اس کے چہرے سے جاہ و جلال ٹپکتا تھا۔ عنبر کو وہ شیر کی طرح، بہادر، پھرتیلا اور دلیر لگا۔

سلطان محمود غزنوی سچا مسلمان تھا۔ سادگی پسند اور باقاعدگی سے نماز پڑھنے والا۔ وہ انصاف پسند حکمران تھا۔ اس نے ایک بار اپنے بھانجے کو جرم ثابت ہونے پر اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا تھا۔

عبداللہ الطائی نے کہا:

"سلطان معظم! یہ دونوں مسلمان ہیں اور لاہور سے آئے ہیں۔"

سلطان محمود غزنوی کو ابو ریحان البیرونی عنبر اور ناگ کے بارے میں بتا چکا تھا اس نے کہا:

"مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وہ اسلام کے مضبوط رشتے سے بندھے ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے معزز مہمان ہیں ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ یہ ہمارے پاس آئے۔"

سلطان محمود غزنوی کی آواز میں شیر کی سی گرج تھی۔ عنبر نے ایسی گرج دار آواز پہلے کبھی نہ سنی تھی اس نے کہا:

"سلطان معظم — ہم آپ کو یہ اہم اطلاع دینے آئے ہیں کہ سارے ہندو راجے مل کر آپ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

محمود غزنوی نے مسکرا کر کہا:

"ہمیں اطلاع مل چکی ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے، لیکن خدا ہمارے ساتھ ہے وہ ہماری مدد فرمائے گا۔ جنگ جذبے سے لڑی جاتی ہے۔ جنگ بدر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر مسلمانوں کے ساتھ کفار کے لشکر جرار کو شکست فاش دی تھی۔ ہم بھی انشاءاللہ اسلام کے دشمنوں کے لیے لوہے کے چنے ثابت ہوں گے جنہیں چبانے کی کوشش میں دشمن کو اپنے دانتوں سے محروم ہونا پڑے گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر اور ناگ کافی دیر سلطان محمود غزنوی کے ساتھ رہے انہوں نے دیکھا کہ محمود غزنوی جنگ کا نقشہ خود بناتا ہے۔ وہ ایک عظیم جرنیل ہے۔

ادھر ہندو ریاستوں، گوالیار، اجین، کالنجر وغیرہ کی فوجیں لاہور پہنچ چکی تھیں اور وہاں سے پشاور کی طرف کوچ کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ مندروں میں مذہب کے متعلق کم اور مسلمان دشمن کی باتیں زیادہ کی جاتی تھیں۔ سارے ہندو بپھرے ہوئے تھے۔ اور اپنی شکستوں کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔

تاریخ دان لکھتے ہیں کہ اتنی بڑی متحدہ فوج ہندوستان میں پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ اس متحدہ فوج کا سالار لاہور کے راجہ انند پال کا بیٹا برہمن پال تھا۔

ستمبر ۱۰۰۸ء میں یہ فوج پشاور کی طرف بڑھنے لگی۔ راستے میں مختلف علاقوں کے چھوٹے موٹے لشکر شامل ہوتے رہے اس فوج میں جہلم، راول پنڈی اور اٹک کے جنگجو کھوکھر قوم کے لوگ بھی شامل ہو گئے۔ کھوکھر درندوں کی طرح لڑائی کرتے تھے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں اور خیمہ زن ہو گئیں۔

ناگ، ماریا اور عنبر بھی اس کثیر لشکر کو دیکھ رہے تھے
ناگ نے کہا:

"عنبر بھائی۔ میں دشمن کے لشکر میں جا کر دیکھتا ہوں کہ ان کے منصوبے کیا ہیں۔"

ناگ چھوٹی سی چڑیا بن کر اڑا اور ہندو لشکر میں آ گیا۔ ایک ویران گوشے میں وہ انسان بن کر لشکر میں آ گیا۔ ایک ویران گوشے میں وہ انسان بن کر لشکر میں گھومنے پھرنے لگا۔ راجہ انند پال اور برہمن پال کے خیمہ کے باہر پہرہ لگا ہوا تھا۔ ناگ ٹہلتا ہوا ادھر گیا تو ایک کھوکھر سردار نے اسے روک لیا اور گرج کر کہا۔

"کون ہو تم۔ ہندو سینا کے سپاہی تو نظر نہیں آتے۔ ضرور تم دشمن کے جاسوس ہو۔"

ناگ نے کہا:

"بھائی میں جاسوس نہیں ہوں۔"

اکھڑ مزاج کھوکھر کا پارہ چڑھ گیا۔ اس نے تلوار نکالی اور لہرا کر کہا:

"تم نے مجھے جھوٹا کہا ہے میں تمہیں ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ابھی تمہاری لاش یہاں پھڑک رہی ہو گی۔"

کھوکھر تو گلے ہی پڑ گیا تھا۔ ناگ نے بہتیرا کہا کہ میاں میں جاسوس نہیں لیکن کھوکھر کے بھیجے میں یہ بات کہاں آتی۔ اس دوران کئی سپاہی ان کے گرد جمع ہو چکے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھے۔ وہ بھی شور مچانے لگے مار ڈالو سالے جاسوس کو۔ گردن اتار دو اس کی۔ بچ کر نہ جانے پائے۔

صورت حال بگڑ گئی تھی۔ ناگ نے کہا:

"الو کے پٹھے — تمہارا تو باپ بھی مجھے نہیں مار سکتا۔ لو میں جا رہا ہوں۔"

کھوکھر گالی سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔ اس نے تلوار گھمائی مگر ناگ وہاں کہاں تھا۔ وہ تو کبوتر بن کر اڑ چکا تھا۔ کئی سپاہی چیخ پڑے ارے یہ تو کوئی جادوگر تھا۔ کھوکھر ہکا بکا کھڑا آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ناگ واپس عنبر اور ماریا کے پاس آ گیا اور تینوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں ایک فوجی کھانا لے کر خیمے میں داخل ہوا اور اس کرسی پر کھانا رکھنے لگا جس پر ماریا بیٹھی ہوئی تھی عنبر نے جلدی سے کہا:

"جناب — یہ کرسی ٹوٹی ہوئی ہے۔ دوسری کرسی پر کھانا رکھ دیجئے۔"

فوجی نے حیرت سے کرسی کی طرف دیکھا اور کہا:

"مجھے تو یہ صحیح نظر آ رہی ہے کہاں سے ٹوٹی ہوئی ہے؟"

فوجی نے غور سے دیکھا تو کرسی کی گدی دبی ہوئی نظر آئی حالانکہ اسے کرسی پر کوئی بیٹھا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا۔ کھانے

کی ٹرے اس کے ہاتھ میں لرز گئی۔ اس نے جلدی جلدی دوسری کرسی پر کھانا رکھا اور خیمے سے نکل گیا۔

عنبر، ماریا اور ناگ نے کھانا کھایا۔

اگلے دن عام جنگ شروع ہوئی۔ جنگجو کھوکھر تلواریں چلاتے مسلمان لشکر میں گھس آئے اور قتل عام کرنے لگے۔

شروع میں تو یوں لگا جیسے مسلمان لشکر کو شکست ہو جائے گی۔ سلطان محمود غزنوی اپنے سپاہیوں کی ہمت بڑھاتا ہوا لڑ رہا تھا۔ اس کی تلوار بجلی کی طرح چمک رہی تھی ابھی ادھر ڈوبی تو ادھر ابھری۔

راجہ انند پال نے موقع مناسب جان کر اپنا ہاتھی آگے بڑھایا اس موقع پر سلطان محمود غزنوی کے سپہ سالار التائی نے چھ ہزار گھڑ سواروں کے ساتھ پہلو سے حملہ کر دیا۔ اتنے بڑے لشکر میں یہ مٹھی بھر سپاہی کچھ اہمیت نہیں رکھتے تھے لیکن وہ اسلام کی خاطر لڑ رہے تھے۔ خدا نے ان کی مدد کی۔ انند پال کا ہاتھی ماتھے میں تیر لگنے سے بے قابو ہو گیا۔

ہاتھی اپنے ہی سپاہیوں کو روندتا ہوا ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ ہندو لشکر میں بوکھلاہٹ پھیل گئی۔ مسلمان فوج نے بھرپور حملہ کیا تو ہندوؤں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بھاگنے لگے۔ انند پال بھی فرار ہو گیا۔ اور ہندوؤں کا ٹڈی دل لشکر جو مسلمانوں کو تباہ کرنے آیا تھا برباد ہو گیا کئی ہزار ہندو قیدی بنا لئے گئے۔

سلطان محمود غزنوی نے بھاگتے لشکر کا تعاقب شروع کر دیا پھر نگر کوٹ کے قلعے کا رخ کیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ پتھر کے بتوں کو اپنے گُرز سے پاش پاش کر دیا۔

○

اب ہم چڑیلوں کی ملکہ کی خبر لیتے ہیں جو ایک ویران جزیرے میں شیطان کا چلہ کاٹ رہی تھی تاکہ اس سے بدی کی قوتیں لے کر عنبر، ناگ اور ماریا کا مقابلہ کر سکے۔

کمرے میں انسانی کھوپڑیاں اور ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ چڑیلوں کی ڈراؤنی شکل والی ملکہ شیطان کے کالے مجسمے کے آگے سر جھکائے کہہ رہی تھی:

"اے بدی کے شیطان۔ تیرا خادمہ نے چلہ پورا کر لیا ہے آ اور اس کی مدد کر۔"

چڑیلوں کی ملکہ کی آنکھوں سے شرارے نکل رہے تھے۔

سرخ رنگ کی زبان بار بار اندر جا آ رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ترشول اٹھایا اور شیطان کے مجسمے پر تین بار گھمایا۔ چڑیلوں کی ملکہ کے سر پر بیٹھا الو بڑے منحوس انداز میں چلایا۔ اس کی ہو ہو سے فضا اور بھی ہیبت ناک ہو گئی۔

اسی وقت بھورے رنگ کی چمگادڑ اڑتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اس کے منہ میں ایک انسانی کھوپڑی دبی ہوئی تھی۔ انسانی کھوپڑی میں کالے رنگ کی ایک شمع روشن تھی۔ چمگادڑ نے کھوپڑی شیطان کے مجسمے کے نیچے رکھ دی اور چیخیں مارتی ہوئی مجسمے پر چکر کاٹنے کے بعد کمرے سے نکل گئی۔

اس کمرے کی دیواروں کا رنگ کالا تھا۔ اس سیاہی میں زرد رنگ کی مدھم روشنی پھیلنے لگی۔ چڑیلوں کی ملکہ کا دیوار پر پڑنے والا سایہ بڑا خوفناک نظر آ رہا تھا۔ اس کے سر پر بیٹھا الو بھی سہم کر خاموش ہو گیا۔ کمرے میں گہری بہت گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ ایسی خاموشی جو کسی زبردست طوفان کا پیش خیمہ ہو۔

یکایک شیطان کا مجسمہ زندہ ہونے لگا۔ اس کی [illegible] حلقوں میں گھومنے لگیں۔ پشت پر آگی دم حرکت کرنے لگی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

- شیطان اور چڑیلوں کی ملکہ کے خطرناک منصوبے
- کفن پوش زندہ مُردے کی عیاریاں۔
- چڑیلوں کی ملکہ کا عنبر، ناگ، ماریا سے ہولناک ٹکراؤ۔ اس ٹکراؤ کا نتیجہ کیا نکلا۔ یہ جاننے کے لیے اس پُراسرار اور سنسنی خیز سیریز کا خاص نمبر ۴۰ "چڑیلوں کی ملکہ" پڑھیے۔

عملی نفسیات (۱)

سدا خوش رہیے

مصنّف : ستّار طاہر

خوش رہنا اور پھر سدا خوش رہنا اور اس فن میں طاق ہونا ایک ایسی کلید ہے جو کامرانیوں کے سارے دروازے پلک جھپکتے کھول دیتی ہے۔ آج کے دور میں جب کہ نفسیاتی بیماریاں اور اُداسیاں محرومیاں عام ہیں عام آدمی خوش رہنے کے لیے تنکوں کے سہارے تلاش کرتا ہے ایسے عالم میں کسی ایسے مجرّب نسخے کی ضرورت تھی جو انسان کی ساری محرومیوں کو کما حقہٗ پورا کر سکے۔

اس کتاب میں اُن تمام سوالوں کا جواب دیا گیا ہے جو مسرّت کے فقدان کے باب میں انسان کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ امید کی جا سکتی ہے کہ مصنّف کی کاوش تحسین کی نظر سے دیکھی جائے گی۔ (ماہنامہ "حکایت" شمارہ جون ۱۹۸۸ء)

قیمت عام کاغذ : ۱۰/۰۰ روپے۔ آفسٹ پیپر : ۲۰/۰۰ روپے

عملی نفسیات (۲)

بیوی محبت کیوں کرے

ستّار طاہر

قیمت : ۱۵/۰۰ روپے۔ آفسٹ : ۲۰/۰۰ روپے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK